تعلیماتِ قرآن و سُنّت اور نشأۃِ اسلامیہ کا علمبردار

سرپرست:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

رُوحانی سکون کی منزلیں

مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ مسلمانوں کے کاروانِ حیات کی روحانی منزلیں ہیں۔
مکۂ معظمہ میں لبیک، اللّٰھم لبیک کی پکار اور عمرہ کی سعادت رُوح کو پاکیزگی بخشتی
ہے۔ اور مدینہ میں رسولِ اکرمؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت دلی سکون
سے ہمکنار کرتی ہے۔
آپ کو وہاں پہنچانا ہماری خوش نصیبی ہے۔ آپ کو ہمارے طیاروں
پر اس مقدس سفر کے لئے پاکیزہ ماحول میسر آتا ہے۔

سعودی عرب ایئر لائنز
مشرق وسطےٰ میں آپ کے رہنما

کراچی:- سعودیہ بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ فون: ۵۱۵۰۴۵ - ۵۱۳۱۲۲ (روٹ لائنیں) دفتر صبح ۸ بجے سے رات ۸ بجے تک کھلا رہتا ہے
جی ایس اے (کارگو) پاک عرب انٹرپرائزز: بلاک ۷، پی ای سی ایچ سوسائٹی شاہراہِ فیصل کراچی ۲۹۔ فون: ۴۳۸۱۰۹ حیدرآباد:- جنرل سیلز ایجنٹ پاک عرب انٹرپرائزز: ۱۵۔ کنٹونمنٹ شاپنگ سینٹر۔ فون: ۲۳۰۰۸
لاہور:- انڈس ہوٹل، شاہراہِ قائدِ اعظم فون: ۵۰۰۱۳ - اسلام آباد: جی ۶ مارکیٹ ... فون: ۸۰۰۰۰۲۵۲۸۰۰۷

NATIONAL 962-H

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

فون نمبر رہائش — ۲

فون نمبر دار العلوم — ۴

جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ
مئی ۱۹۷۹ء

جلد نمبر : ۱۴
شمارہ نمبر : ۸

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۲۰/- روپے۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ، ہوائی ڈاک ۵ پونڈ۔ — فی پرچہ دو روپے

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ؟

موجودہ حکومت نے ۱۲ ربیع الاوّل کو اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے عملی اقدامات کئے اور حدود و تعزیرات اور نظامِ عشر و زکوٰۃ کے نفاذ کے سلسلہ میں چند اہم اور بنیادی احکام نافذ کر دیئے اسلام سے وابستہ ہر طبقہ نے ان اعلانات کی تحسین کی اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل شیعہ حضرات نے بھی ان احکامات کے نفاذ کیلئے حکومت سے بھرپور تعاون کی اپیل کی اور حکومت کو دلی مبارکباد پیش کی لیکن شریعت غرّا اور قوانین کتاب و سنّت کے عملی نفاذ اور اس جانب واقعی پیش رفت سے جو لوگ گھبر گئے ان میں یہاں کے الحاد پسند اور دہریت نواز طبقوں کے علاوہ وہ شیعہ واعظین اور مجتہدین بھی کمر کس کر میدان میں اُتر گئے جو بھٹو کے عہدِ سیاہ میں اس کے حامی اور زور دار وکیل تھے جنہوں نے شیعہ برادری کے ووٹ بھٹو ازم کے ترویج و استحکام کے ذریعہ بنا رکھے تھے اور جو آخر وقت تک بھٹو کی حفاظت و سلامتی کے لئے تعویز لکھ رہے تھے۔ ایسے چند نام نہاد شیعہ مجتہدین نے اسلامی نظام کی تمام کوششوں کو سبوتاژ کرانے کیلئے اچانک شیعہ حضرات کیلئے الگ قوانین و احکام کو فقہ جعفریہ کے نام سے نافذ کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا اور پاکستان کو لبنان بنا دینے اور اہل سنت کے خلاف جہاد کرنے کی دھمکیاں بھی شروع ہوئیں پھر شیعہ علماء و مجتہدین کا معقولیت پسند اور حقیقت شناس طبقہ بھی جذباتی رو میں بہہ کر اس مہم میں شریک ہو گیا اور بالآخر حکومت نے شیعہ حضرات کیلئے فقہ جعفریہ کی روشنی میں الگ قوانین و احکام کا جائزہ لینے کا وعدہ کر لیا۔

شیعہ حضرات کے جداگانہ قوانین کے اس مطالبہ اور مہم پر ملک کی سالمیت و سلامتی اور یہاں کے نظامِ حیات اور دستور و آئین سے تعلق رکھنے والے نہ صرف مسلمان شہری بلکہ معقول و معتدل مزاج معاملہ فہم شیعہ حضرات کو بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے اور حکومت کو بھی کسی رو میں بہہ کر ضرورت سے زیادہ وسیع النظری اور رواداری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اس معاملہ کے خطرناک اور تباہ کن عواقب و نتائج پر غور کرنا ہوگا — ہم سب ایک طرف تو ملک و ملّت کی بقاء و سلامتی کیلئے مکمل قومی یکجہتی اور کامل یکسوئی کا ورد کرتے رہتے ہیں بالخصوص شیعہ برادری جو اپنے جداگانہ مطالبات کے بینروں اور دیواری نعروں کے عین متصل "شیعہ سنی بھائی بھائی" کا دلفریب جملہ بھی بڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ملک و ملت کیلئے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا اس لئے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک کے اندر دین دشمنی پر متفق طاقتیں ایسا کر رہی ہیں اور سرحدات سے باہر کفر و اسلام کی جنگ جاری ہے۔ اس کا دفاع و تعاقب بھی بقاءِ ملت و حفاظتِ وطن کی اولین ضرورت ہے۔ مگر ساتھ ہی زندگی کے ہر شعبہ میں ملّت کی گاڑی الگ الگ پٹڑیوں پر ڈال رہے ہیں کیا اس سے بڑھ کر ملک و ملت کی دشمنی اور اس سے بڑھ کر نفاق کا کوئی شعبہ ہو سکتا ہے۔

شیعہ حضرات کیلئے صد ہزار بار سر جوڑ کر سوچنا چاہئے کہ ایک طرف وہ قومی یکجہتی کے دعویدار ہیں اور دوسری طرف پورا زورِ عمل ملت کے سوادِ اعظم سے کلی تفریق وافتراق پر صرف کر رہے ہیں اور کسی غیر مسلم اقلیت کی طرح وہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور جزئی سے جزئی امر میں بھی اتحاد و افتراق کے روادار نہیں۔ بھٹو کے عہدِ تفریق و نفاق میں شیعہ حضرات نے جب نصابِ دینیات کی علیحدگی کی مہم چلائی تو ہم نے پورے درد سے اس کے خلاف آواز اٹھائی یہاں تک کہ اسمبلی میں بھی پوری شد و مد سے اس کے مہلک عواقب پر توجہ دلانے کی سعی کی کہ افتراق کا یہ چکّر اگر چل پڑا تو کبھی ختم نہ ہو سکے گا بالآخر وہی ہُوا، اب نصابِ دینیات کے لئے شیعہ حضرات کا ایک اور ارتقائی قدم اٹھا اور مطالبہ ہُوا کہ پہلی جماعت سے دسویں تک نہیں بلکہ یونیورسٹی کی سطح تک کتب، مدرس، لیکچرار اور پروفیسر کا الگ انتظام کیا جائے ـــــ اوقاف میں علیحدگی کے مطالبات سامنے آئے ملت کا شیرازہ جس کلمۂ وحدت کلمۂ توحید سے بندھا ہُوا ہے۔ کلمہ وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی جد وجہد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ بھکر کی حالیہ شیعہ کانفرنس میں پوری شد ومد سے شیعہ کلمہ اور شیعہ اذان کے تحفظ و ترویج کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک کلمۂ توحید سے نہیں بلکہ شیعہ کلمہ ہی سے اسلام کی تکمیل و تتمیم ہو سکتی ہے۔ (ملاحظہ ہوں کتب شیعہ) یہی حال اسلام کے معروف شعائر اذان اور زندگی کے باقی مسائل کا ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک "دونوں فرقوں کے انسانی پیدائش سے لیکر مرنے تک اسلامی نظریات علیحدہ علیحدہ ہیں۔" (ملاحظہ ہو ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸ تا ۱۸ مارچ ۷۹ء صفحہ ۳)
افتراق و اختلاف کی رہی سہی کسر حالیہ مہم (فقہ جعفریہ کی آڑ میں علیحدہ قوانین کے نفاذ) کی شکل میں پوری کی گئی ہے جبکہ اسلامی تاریخ کے سیاہ سے سیاہ ادوار میں بھی اسکی مثال موجود نہیں کہ پرسنل لاء اور شخصی قوانین کو چھوڑ کر ملک کے فوجداری، دیوانی اور عام اجتماعی و معاشرتی قوانین میں بھی دو قسم کے قوانین لاگو ہونے کا مطالبہ کیا گیا ہو، خلافتِ عباسیہ کو تو چھوڑیئے فاطمیوں اور شیعہ نواز حکمرانوں بلکہ شیعہ مزاج و مسلک رکھنے والے سلاطین کے ادوار میں بھی اسکی نظیر موجود نہیں کہ ایک ہی وقت میں جرم و سزا اور عدل و انصاف کے کئی کئی ترازو اور پیمانوں سے عدالت و ایوان کو تفریق و انتشار کا نشان بنا دیا گیا ہو بلاشبہ مسلم ریاستوں میں اقلیتی فرقوں کے حقوق کا پورا پورا تحفظ موجود ہے فقہی مکاتب و مسالک کے احوالِ شخصیہ (پرسنل لاء) اور مذہبی رسومات و عبادات کی پوری نگہداشت کی گئی ہے مگر اس کا دائرہ طلاق و نکاح وراثت و مذہبی تہواروں کی رسومات و عبادات تک محدود رہا ہے ملکی قوانین فوجداری و دیوانی، نظم و انصرام مملکت کے امور دستور و آئین، حدود و تعزیرات اور دیگر قوانین جرم و سزا تک اس کا دائرہ کبھی وسیع نہیں کیا گیا ایسا ہونا نہ ممکن ہے نہ مناسب ورنہ کسی بھی ملک کا نظام عدل و احتساب ایک مذاق بن کر رہ جائے گا کسی اسلامی مملکت میں غیر مسلم ذمی بھی رہتے ہیں اور مختلف فقہی مکاتب کے پیروکار بھی یہاں شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی بھی ہوں گے، شیعہ اور سنی بھی۔ چور، زانی، ڈاکو اور قاتل جرم کرتے وقت اپنے جداگانہ قوانین اور فقہی مسلک ملحوظ نہیں رکھتا چور شیعہ ہے تو مسروق منہ (جسکی چوری کی گئی ہو) سنی بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بالعکس بھی یہی حال اور لوگوں کا ہے کہ سارق شیعہ مسروق منہ قادیانی سارق بہائی تو مسروق منہ غیر مسلم یا مسلم

ساری ماڈرن خیالات کا علمبردار ہے ، اور اس کے نظریات جرم و سزا کے بارہ میں مختلف ہیں، پھر عدالت میں موجودہ مغربی وکالت کا نظام ہے کہ گویا اسکی ساری عمارت ہی شیعہ مسلک کے مقدس مسئلہ جھوٹ اور تقیہ پر رکھی گئی ہے۔ ایسے حالات میں کسی حد و تعزیر کا نفاذ عدالت کے لئے کیسے ممکن ہوگا کہ جس مجرم نے جس قانون اور سزا میں رعایت اور تخفیف محسوس کی وہ اپنے آپ کو اُس فرقہ و مسلک سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اگر شیعہ حضرات ہر حال میں ایسی پالیسی پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو پھر ان ہی کے مطالبات کو قابل عمل بنانے کے لئے لازماً حکومت کو شیعوں کا علیحدہ تشخص و تعین کرنا پڑے گا۔ اور شناختی کارڈ، پاسپورٹ جیسی بنیادی دستاویزوں میں پہلے ہی سے شیعہ یا سنی ہونے کا اندراج کرانا پڑے گا۔

اسی طرح حکومت کو علیحدگی کے اس نہ ختم ہونے والے سلسلہ کو ختم کرانے کے لئے مسلک و مذہب کی بنیاد پر قطعی مردم شماری کرانی پڑے گی کہ آج ہر شیعہ مطالبے کی بنیاد اسی من گھڑت مبالغہ آمیز شرح آبادی پر رکھی جارہی ہے۔ کبھی تین کروڑ تعداد بتلائی جارہی ہے تو کبھی چالیس فی صد جبکہ کسی سرسری اور عام سروے سے یہ تعداد تین یا چار فیصد ثابت ہوسکے گی اس طرح جب جھوٹ اور مبالغہ کے بادل چھٹ جائیں گے، تو سنی اکثریت کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی۔ اور شرح آبادی کی بنیاد پر ملک کے تمام ملازمتوں حقوق اور مناصب پر شبخون مارنے والی مٹھی بھر اقلیت کا محاسبہ بھی آسان ہوجائے گا کہ جو لوگ ملک و ملت کے ہر ہر معاملہ میں علیحدہ تشخص کرانے میں پیش پیش ہیں حقوق اور رعایات کے معاملہ میں کس کس بے دردی سے سنی اکثریت کے استحقاق کو غصب کر چکے ہیں ــــ

جہاں تک سنی مسلمانوں کی رواداری، وسیع النظری اور فراخ دلی کا تعلق ہے اس کا اندازہ ایران کے حالیہ انقلاب کے بارہ میں سنی اکثریت کے فراخدلانہ رویہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس کھونٹے پر آج ہمارے بھائی اس ملک کو بھی لبنان بنانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وہاں کی حقیقت اصل صورتحال اور عزائم و اقدامات جانتے ہوئے ہم اہل سنت ملت کے مجموعی مفاد عالمِ اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر کس عظیم الشان مصلحت شناسی اور وسیع النظری کا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ اگر گویم زبان سوزد ــــــ !

لیکن شیعہ حضرات کے چند ناعاقبت اندیش اہل فکر و نظر کے ہاتھوں جب یہ شیرازہ وحدت پارہ پارہ کیا جارہا ہے ۔ تو ناگزیر ہے کہ ہم اگلی فرصت میں اپنے سوز دروں کا کچھ مزید اظہار کرتے ہوئے انقلاب ایران کی "وسیع النظری" کا کچھ آئینہ بھی انہیں دکھادیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

ادارہ

حافظ عبدالحمید کلاچویؒ | حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہٗ و مولانا قاضی عبداللطیف مدرسہ نجم المدارس کلاچی کے برادر زادہ محترم جناب حافظ عبدالحمید صاحب ایک حادثہ میں شہید ہوگئے، ایک نوجوان عالم و فاضل کا انتقال بجا طور پر پورے خاندان کیلئے باعث رنج و غم ہے۔ ادارہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ اس غم میں پورے خاندان بالخصوص دارالعلوم کے قابل فخر فرزند مولانا قاضی عبدالحلیم صاحب کلاچوی سے تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو درجات عالیہ سے نوازے۔

مولانا محمد عرفان مرحوم | ۱۹ر صفر ۱۳۹۹ھ جامعہ اشرفیہ لاہور کے حضرت مولانا محمد عرفان صاحب مرحوم تقریباً ستر برس کی عمر میں انتقال فرماگئے، مولانا مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ کے بھتیجے تھے، ان کے بعد زندگی بھر جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کے مخلص خادم اور کارکن رہے۔ آپ کو حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے استفادہ کا موقعہ ملا حضرت مفتی صاحب مرحوم کے معتمد اور منظور نظر تھے، عجیب اخلاق کریمانہ کے مالک تھے، ان کی وفات سے حضرت مفتی صاحب مرحوم کا پورا خاندان اور حلقہ متاثر ہوا ہے۔ خداوند کریم مرحوم کو اعلیٰ ترین مقامات قرب سے نوازے۔ جامعہ اشرفیہ کے اس صدمہ میں ہم سب شریک ہیں۔

حاجی شیر محمد گوجرہ مرحوم | ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ کو گوجرہ ضلع فیصل آباد میں حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی بزم انور کا ایک چراغ بجھ گیا اور جناب حاجی شیر محمد صاحب انتقال فرماگئے۔ مرحوم حضرت تھانویؒ کے مجاز بیعت دینی و اخلاقی اور روحانی خدمات میں زندگی گذری۔ فرحمۃ اللہ وارضاہ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

قوانینِ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ

اسلام کا بڑھتی دھارا

یہ تقریر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کیطرف سے مقرر کے اعزاز میں ۱۸ر جولائی ۷۸ ۱۹ء کو اسلام آباد ہوٹل ہال میں دئیے گئے ایک استقبالیہ میں کی گئی۔ صدارت سپریم کورٹ پاکستان کے چیف جسٹس جناب انوار الحق صاحب نے کی، جلسہ میں سپریم کورٹ کے جج صاحبان، وفاقی وزراء، اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان، علماء اور جدید تعلیمیافتہ حلقہ کی نمائندہ شخصیتیں موجود تھیں۔ اس تقریر کی گونج اقتدار کے ایوانوں میں بھی سنائی دی۔ استقبالیہ کلمات اور افتتاحی تقریر جسٹس محمد افضل چیمہ صدر اسلامی نظریاتی کونسل نے کی اور صدارتی خطاب چیف جسٹس انوار الحق صاحب نے فرمایا۔

بعد خطبۂ مسنونہ

صدر محترم، حاضرین گرامی قدر! میرے لئے بڑے شکر و مسرّت کا مقام ہے کہ جن حضرات کی خدمت میں مجھے فرداً فرداً جانا چاہیئے تھا۔ اور مجھے ان سے اپنا دردِ دل یا اپنے مطالعہ اور فکر کا نتیجہ علیحدہ علیحدہ پیش کرنا چاہیئے تھا وہ یہاں خود تشریف لائے ہیں اور مجھے ایک ایسا موقع ملا ہے کہ میں ان سب حضرات کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں، یہ بڑی خوشی کا موقع بھی ہے اور بڑی ذمہ داری کا بھی، میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ مجھے اس پر زیادہ خوش ہونا چاہیئے یا ذمہ داری کے احساس سے مجھے متفکر اور گراں بار ہونا چاہیئے۔؟ بہرحال یہ دو ملے جلے احساسات ہیں اور میں نے بے تکلف ان کو آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد | حضرات! ہم اس وقت عالمِ اسلام میں بڑے نازک مرحلے سے

گزر رہے ہیں، یہ ایک عبوری مرحلہ ہے۔ اور عبوری مرحلہ ہمیشہ بڑا نازک اور دشوار ہوتا ہے۔ اسلامی ملکوں کی قیادتیں اور اسلامی ملکوں کے دل و دماغ کوئی لمحہ ضائع کر دیں یا کسی انفرادی اور وقتی مسئلہ میں الجھ کر رہ جائیں تو زندگی کا رواں دواں قافلہ رعایت نہیں کرے گا۔ زمانہ کا سیلاب صرف سیلاب سے کھتا ہے وہ کسی کشتی کے ڈوبنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ حالی نے کہا تھا اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے اپنے محدود ماحول میں اور محدود تخیل میں کہا ہوگا۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام

کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

سرزمین اندلس کا ایک عزیز پیام | ابھی جسٹس افضل چیمہ صاحب نے اسپین یعنی اندلس مرحوم کا ذکر کر کے داغِ کہن تازہ کر دئے اور میرے دل کو خاص طور سے تڑپا دیا کہ میں خوش قسمتی کہوں یا بدقسمتی کہ اس سرزمینِ رنگ و بو سے گزرا ہوں اور اس کی تاریخ بھی پڑھی ہے۔ آپ یقین مانئے میں ممالکِ اسلامیہ میں سے شاید ایک ہی دو ایسے ملکوں کے دیکھنے سے جو شاہراہِ عام سے ہٹے ہوئے ہیں اس وقت تک محروم رہا ہوں ورنہ بیشتر اسلامی ممالک سے گزرا ہوں۔

لیکن میں جب اندلس گیا تو معلوم ہو رہا تھا کہ فضائیں مجھ سے لپٹ رہی ہیں اور یہاں کی روحیں مجھ سے معانقہ کر رہی ہیں، زمین کا ذرّہ ذرّہ کچھ پیغام رکھتا ہے اور مجھ سے کہنا چاہتا ہے، میں یہ سمجھا کہ وہ اسلامی ممالک کے مستقبل کے متعلق مجھے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ اندلس کا ذرّہ ذرّہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو! عالمِ اسلام کا کوئی دوسرا ملک اس المیہ سے دوچار نہ ہونے پائے۔ یہ بات تمہارے ذمہ امانت ہے، یہ اس سرزمین کے ہر ذرّہ کا پیغام ہے۔ جہاں تک پہنچا سکو کہ اب اسلام کی تاریخ میں اور مسلمانوں کے صبر و تحمل میں اس کی بالکل گنجائش نہیں کہ کوئی دوسرا ملک اسپین بنے۔ میں یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے بھی تکلیف محسوس کرتا ہوں، لیکن یہ ایک پیام ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اسکو ہر ملک میں دہراؤں۔

عالمِ اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ | عالمِ اسلام اس وقت ایک عبوری مرحلہ سے گزر رہا ہے پورا ڈھانچہ توڑا جا رہا ہے۔ اور ایک نیا ڈھانچہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ وقت ہوتا ہے جب قوموں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں اور ایک نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ نئی تقدیر لکھی جاتی ہے۔ اس وقت پورا عالمِ اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ یہ دور جہاں ایمان و عقیدہ کی طاقت چاہتا ہے وہاں بڑے عمیق مطالعہ کا بھی طالب ہے۔ بڑی سنجیدگی اور فکر کی گہرائی کا بھی طالب ہے، اور ایثار و قربانی کا بھی طالب ہے۔ یہ مرحلہ بغیر ان عناصر کے طے نہیں ہوتا اور نہ کبھی اس سے پہلے طے ہوا ہے۔ اور نہ اس وقت طے ہو سکتا ہے۔ یہ جس طرح ہمارے عقید کا امتحان ہے۔ اسی طرح ہماری ذہانت کا بھی امتحان ہے۔ اس لئے کہ ایک معاشرے کا نیا ڈھانچہ بنانا، اس کو اسلام کی تعلیم کے مطابق کرنا،

ن - ـصر بونو ـج کرنا جو اس کے منافی ہیں۔ اور ایک نیا تمدن تشکیل میں لانا ہے۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ اس وقت اس ـم ایک عقیدہ کی حیثیت سے موجود ہے، لیکن اسکو اس کے تمدن سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور یہ مغرب کی بہت بڑی سازش ہے۔ کہ اس نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کو عقیدہ سے ہٹانا مشکل ہے اور ان کے احساسات اس کے بارے میں بہت تیز ہیں، اس کو اس کے بہت تلخ تجربے ہوئے ہیں۔ جنگ صلیبی سے لیکر اسپین کی نسل کشی اور مسلمانوں کے کلی اخراج سے لے کر اس وقت تک تو اس نے اپنے ان تجربوں سے فائدہ اٹھایا اور اس نے یہ حکمت عملی (STRATEGY) طے کی کہ مسلمانوں کو ان کے عقیدہ سے ہٹانے کی بجائے ان کے تمدن سے اور ان کے نظام معاشرت سے علیحدہ اور محروم اور اس پر آمادہ کر دینا چاہیئے کہ وہ دوسرا تمدن اختیار کر لیں اور اس میں میں سمجھتا ہوں یورپ بڑی حد تک کامیاب ہو گیا ہے۔ خدا کے فضل سے اسلامی عقائد کے بارے میں کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے۔ جیسا کہ عیسائیت میں واقع ہوئی تھی، عیسائیت جسطرح حضرت مسیح کی دی ہوئی پٹری سے ہٹ کر سینٹ پال کی پٹری پر پڑ گئی اور وہ برابر اس پر چل رہی ہے۔ مسیحیت صراط مستقیم سے ہٹ کر تثلیث، ابنیت مسیح کے عقیدے اور رومی تمدن کی پٹری پر پڑ گئی اور پھر اس پر برابر چلتی رہی، پھر ایسے واقعات پیش آئے کہ وہ رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی، کاشکہ یہی ہوتا کہ اس کا مشرق کے سست کار اور ایک سوتے ہوئے قافلہ سے واسطہ پڑا ہوتا۔ لیکن وہ مغرب تھا اور مغرب میں وہ طاقتیں ابل رہی تھیں، ترقی کے جذبات موجزن تھے، زندگی کا گرم خون رگوں میں دوڑ رہا تھا، اور ساری دنیا میں وہ خون جاری اور ساری ہونا چاہتا تھا جہاں اور چیزوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوئی وہاں اس انحراف وضلالت کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ اس لئے کہ جن قوموں کے ساتھ اسکی قسمت وابستہ تھی یا جو قومیں اس کی حامل تھیں وہ سست رفتاری پر قانع نہیں تھیں، ان کو یورپ کے خاص حالات کی بنا پر "تنازع للبقاء" کے اصول پر عمل کرنا تھا اور زندگی کے سخت مقابلہ میں ان کو اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنا تھا اس لئے ہر چیز کی رفتار تیز ہو گئی۔ عیسائیت کے صراط مستقیم سے انحراف کی رفتار بھی تیز ہوتی چلی گئی۔

ایسی کوئی تحریف یا انحراف الحمدللہ عالم اسلام میں پیش نہیں آیا۔ اور قرآن مجید کی زبان میں:۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کے عقائد اور اصول دین کی حد تک ایسا انحراف پیش آ بھی نہیں سکتا، خدا نے اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ لیکن جہاں تک تمدن اور زندگی کا تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عقیدہ، کوئی تعلیم یا اس کی حامل کوئی قوم خلا میں نہیں رہ سکتی، اسکو ایک ماحول چاہیئے۔ اس کو آزادی چاہیئے، اس کو وسائل چاہئیں اپنے معاشرہ کی تشکیل کی آسانی چاہیئے۔ عقائد میں انحراف اور تبدیلی نہیں ہوتی۔ لیکن عقائد کے نتیجے میں جو اخلاق اور جو زندگی کا طرز عمل متعین ہوتا ہے۔ اس طرز عمل کو عملی طور پر ظاہر ہونے کے لئے ایک آزاد ماحول چاہیئے، ایک معاشرہ

چاہیئے اور ایک ایسا خطہ چاہیئے۔۔۔ جہاں وہ آزادی کے ساتھ سانس لے سکے اور اپنے اصول پر عمل کر سکے تو اس بارے میں یورپ کو کامیابی حاصل ہوئی کہ اس نے اسلام کو مسلمانوں کو اصل اسلامی تمدن سے دور کر دیا اور اپنا تمدن ان پر مسلط کر دیا یا اس کو ان کے لئے دلفریب بنا دیا۔

اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے — اگرچہ میرا تعلق فطری طور پر خاندانی طور پر اور عملی طور پر اس مکتب فکر اور اس گروہ سے ہے جو خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات پر وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کو ہمیشہ ترجیح دیتا رہا، میری مراد سید احمد شہیدؒ اور ان کے اولوالعزم، عالی ہمت رفقاء سے ہے جنہوں نے احیائے خلافت اسلامیہ کی کوشش کی اور ان پچھلی صدیوں میں پورے عالم اسلام میں کسی ایسی جامع، مکمل، بلند نظر، بلند ہمت جماعت کا سراغ نہیں لگتا جیسی کہ حضرت سید صاحب کی جماعت تھی، میرا تعلق اس جماعت سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو حریت کی فضا کی ضرورت ہے۔ اور خدا کا یہ فرمان جسطرح نزول کے وقت صحیح تھا آج بھی صحیح ہے۔ اور قیامت تک صحیح ہوگا۔

الذین ان مکنا ھم فی الارض	یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس
اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا	دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک
بالمعروف ونہوا عن المنکر۔ (الحج)	کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے
...	منع کریں۔

آپ خیال کیجئے کہ معروف و منکر کے لئے قرآن مجید میں اور حدیث میں امر و نہی کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، استدعا اور درخواست کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں، عربی زبان ایسی تنگ دامن نہیں ہے۔ کہ اس کے اندر صرف امر و نہی کے الفاظ ہوں اور دوسرے الفاظ نہ ہوں جن میں تواضع ہے خوشامد ہے۔ جن میں استدعا ہے جن میں مطالبہ ہے، بلکہ اس کے لئے جہاں کہیں بھی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ امر اور نہی کے ہیں۔ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

اور امر و نہی طاقت چاہتے ہیں۔ امر و نہی وہ مقام چاہتے ہیں جہاں سے ہم اعتماد کے ساتھ اور جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ یہ صحیح ہے اور یہ غلط ہے۔ امر میں اور نہی میں ایک استعلاء ہے، امر و نہی درخواست کے معنی میں نہیں امر و نہی حکم دینا اور روکنا، اس کے لئے آدمی کے اندر قوت چاہیئے، ایسا مقام اور ایسی بلندی چاہیئے، ایسا اعتماد چاہیئے اور اس کی ایسی رفعت ہو دنوں میں کہ وہ امر کر سکے اور نہی کر سکے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو قوت کی ضرورت ہے، اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے کہ ہمیشہ وہ یہی نہ کہے کہ "اگر ایسا کر لیا جاتا تو اچھا تھا۔" ہماری درخواست ہے اور ہم آپ کو ترغیب دیتے ہیں۔" ہم تبلیغ کرتے ہیں۔" اپنی جگہ پر یہ سلسلہ جاری رہے گا لیکن قرآن

جو معیار و میزان ہے، اس میں الفاظ امر و نہی کے ہیں جن میں مسلمانوں کو وہ طاقت حاصل کرنی چاہیئے کہ جس مقام پر فائز ہو کر وہ حکم دے سکیں اور روک سکیں اس لئے کہ فطرت انسانی تعریف تو کر دیتی ہے اور وہ خوش بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن انسانی نسل کی پوری اصلاح، مکمل اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی جس کے نتیجے میں اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ اور امروا بالمعروف اور نہوا عن المنکر کے الفاظ آئے ہیں۔

سارا انحصار شاخ پر ہے اگرچہ میرا اس فکر و تحریف سے تعلق ہے، لیکن میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جس شاخ پہ نشیمن ہم کو بنانا ہے، اس شاخ کی فکر کی ضرورت ہے۔ ہمارا سارا انحصار اس شاخ پر ہے، شاخ اگر قائم ہے، ہری بھری ہے، استوار و پائدار ہے، تو اس کے بعد یہ مسئلہ آتا ہے کہ نشیمن کیسا ہو؟ نشیمن بلبل کا ہو یا زاغ و زغن کا ہو؟ لیکن پہلے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ شاخ ہے بھی یا نہیں، اگر شاخ نہیں ہے تو پھر کوئی سوال نہیں اٹھتا کہ نشیمن کیسا ہو؟

وہ شاخ جس پہ نشیمن ہوگا، وہ شاخ ہے، معاشرہ وہ شاخ ہے کسی ملک کی عام زندگی، شہر میں چلنے والے، بازار میں خرید و فروخت کرنے والے، کارخانوں میں کام کرنے والے، اور مدرسوں میں، دانشگاہوں میں پڑھنے اور پڑھانے والے انسان، یہ عام انسان جن سے زندگی عبارت ہے، جن سے شہروں کی رونق ہے، یہ اصل آبادی ہے۔ یہ کیا ہے، اس کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے پیمانے کیا ہیں، اس کے احساسات کیا ہیں؟ اس میں نشیمن کو اٹھانے، نشیمن کو برداشت کرنے کی کتنی صلاحیت ہے، آپ نشیمن زمین پر، عافیت کی جگہ پر بہتر سے بہتر بنائیں، لیکن کسی شاخ پہ اس کو آپ قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ شاخ اگر اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور زبانِ قال سے نہیں لیکن زبانِ حال سے اس کی پتی پتی، اس کا ایک ایک ریشہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے اور ہم کو نشیمن نہیں چاہیئے، تو یہ ساری محنت بیکار جائے گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ شاخ بھی نشیمن چاہتی ہے یا نہیں؟ پھر نشیمن کا بوجھ شاخ برداشت کر سکتی ہے یا نہیں، سارا انحصار اس پر ہے کہ ہمارا معاشرہ کیسا ہے؟ ہمارا معاشرہ اعتقادی طور پر اور اخلاقی طور پر کیسا ہے؟ زندگی کی بنیادی چیزیں، اوّلین اصول، انسانیت کی ابتدائی شرائط کو پورا کر رہا ہے۔ یا نہیں؟

معاشرہ ایسا ہے کہ گناہ کی رغبت، نفس پرستی، بوالہوسی اس کا مزاج بن گئی ہے جس طرح کہ مچھلی اگر پانی سے نکال کر خشکی میں ڈال دی جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ معاشرہ ایسا ہے کہ اگر اس میں صلاح کی دعوت دی جائے اگر خدا کے خوف کی دعوت دی جائے یا اچھے اخلاق کی دعوت دی جائے فسق و فجور سے بچنے کی دعوت دی جائے تو اس معاشرہ کا دم گھٹنے لگتا ہے، جیسے مچھلی کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرتا ہوں تو اس کے اعجاز و صداقت کے سامنے انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں۔ ایک فاسد مسخ شدہ

معاشرے نے کس خوبی سے اپنے احساسات اور اپنے مضمرات کی ترجمانی کی ہے۔

اخرجوا آل لوطٍ من قریتکم انھم اناس یتطھرون

یعنی معاشرہ چیخ اٹھا، اس معاشرہ نے پکار کر کہا اور بغیر کسی پردہ اور شرم و حجاب کے کہا کہ ان پاکبازوں کی گزر ہم لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ اخرجوا آل لوطٍ من قریتکم انھم اناس یتطھرون۔ ہم تو نجاست میں گلے گلے ڈوبے ہوئے ہیں، ہم وہ مچھلی ہیں جو نجاست میں زندہ رہ سکتی ہے۔ یہ جو ایک رو آئی ہے طہارت کی یہ ہمیں برداشت نہیں، ہم اس کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے، ہم رہیں گے یا یہ، اگر آپ کو رہنا ہے تو ہم چلے جائیں گے۔ یہ بستی چھوڑ کر۔

جس معاشرہ کی یہ کیفیت ہو جائے گی اس معاشرہ کی صورت حال کو اور اصل زندگی کو نظر انداز کر کے کاغذ کے صفحات پر یا کسی گوشہ میں بیٹھ کر کوئی نقشہ کوئی نظام بنایا جائے گا تو وہ نظام کامیاب نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ نشیمن بہر حال اس پر قائم ہو گا۔ آپ کو اگر اس نشیمن کو قائم کرنا ہے۔ تو اس کی فکر کیجئے کہ وہ شاخ کس حالت میں ہے۔ اگر شاخ پر تیشہ چلانے والے سینکڑوں ہیں اور نشیمن بنانے والا ایک ہے۔ اور میں مانتا ہوں کہ وہ اعلیٰ درجہ کی صلاحیت اور پورے وسائل رکھتا ہے۔ لیکن جہاں ہزار آدمی تیشہ چلا رہے ہوں تو وہ ایک آدمی جو نشیمن بنا رہا ہے یا کوئی تعمیری کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کوئی عمارت اس طرح کھڑی نہیں ہو سکتی کہ اس پر مسلسل تیشے چل رہے ہوں اور کچھ لوگ اس کو بنا بھی رہے ہوں۔ وہ عمارت کبھی بن کر تیار نہیں ہو سکتی۔

معاشرہ زمین ہے، اگر یہ زمین درست ہے اپنی جگہ پر قائم ہے، قرآن کے الفاظ میں کثیباً مھیلاً ریت کا ٹیلہ نہیں ہے جو ہر وقت کھسکتا رہتا ہے۔ جب ہوا آتی ہے تو اس کے ذرات کو اڑا کر لے جاتی ہے، اس کا کسی وقت بھی اطمینان نہیں کہ کل جب آندھی کا طوفان آئے گا تو یہ ٹیلہ یہیں پر ملے گا۔ اگر ہماری سوسائٹی ریگ رواں کی طرح ہے، جب کوئی چالاک آدمی اس سوسائٹی میں پیدا ہو جائے تو پوری سوسائٹی کو اپنا مسحور بنا سکتا ہے۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ یہ سوسائٹی مل جاتی ہے، اگر سوسائٹی میں اتنی بھی مقاومت، خطرہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے، اگر اس میں تنکے کیطرح بہتے ہوئے پانی میں بہہ جانے کی صلاحیت ہے اور وہ ہر وقت اس کیلئے تیار رہتی ہے کہ کوئی مفسد طاقت یا دعوت یا نظام یا فلسفہ آجائے تو اس کی ہمنوائی کرنے لگے اور اسکی ساری محنتوں پر پانی پھیر دے، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس معاشرہ کا اس سوسائٹی کا خدا ہی حافظ ہے۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

واقعہ یہ ہے کہ کہیں کا بھی اسلامی معاشرہ ایسا نہیں ہے کہ آپ اس پر پورے طور پر اعتبار کر سکیں، ابھی کل

کی بات ہے ، مجھے معاف کیا جائے اور بعض لوگ میرے ان خیالات سے متفق نہ ہوں کہ جمال عبدالناصر کا زمانہ تھا ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصر میں ایک شخص ، ایک متنفس بھی ایسا نہیں ہے جس کو جمال عبدالناصر سے اختلاف ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز پہ تالی بجانے ، اس کے پیچھے چلنے ، اور اس کی کار کے پیچھے نعرے لگانے کے لئے پورا مصر مست ہے ، اس کو تقدس و عصمت اور محبوبیت و مقبولیت کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا اور بالکل پیغمبروں کی صف میں بٹھا دیا گیا ، اس کے بعد یہ طلسم ٹوٹا تو معلوم ہو گیا کہ کچھ بھی نہیں تھا ، آج کوئی سیدھے منہ سے اس کا نام لینے کے لئے تیار نہیں ۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے معاشرے ہیں جن میں اگر کوئی شخص جو ذرا بھی اثر ڈال سکتا ہو عوام پہ یا خواص پہ اگر وہ کھڑا ہو جائے تو پورا کا پورا معاشرہ اس کے قدموں میں پڑ جاتا ہے کہ چاہے وہ اس کو پامال کرے چاہے زندہ کرے ۔

زندہ کنی عطائے تو   در بکشی لقائے تو

یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے ۔

اسلامی شریعت کے نفاذ میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہو   اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی قانون سازی کی جو بات کی جا رہی ہے ، اسلامی شریعت کے نفاذ کے جو مبارک ارادے ہیں ان میں سستی پیدا کی جائے ۔ میں ہرگز اس غلط فہمی کی اجازت نہیں دوں گا ، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کوشش کو روکنے کے حق میں نہیں ، لیکن اس حقیقت کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ کامیابی کا انحصار اسی معاشرہ پہ ہے ، اگر معاشرہ اس کا استقبال کرتا ہے اور ہم نے ہمارے دین کے داعیوں مصنفین نے ، صحافت نے ، ہمارے ٹیلیویژن نے ، ریڈیو نے ، میں یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ ابلاغ کے جتنے ذرائع ہیں اگر ان سب نے یہ کوششوں کی ، یہ مہم چلائی کہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے پیمانے بدلیں اندر کے احساسات بدلیں ، اور نیکی ، خداترسی ، سنجیدگی ، متانت ، صبر و تحمل ، نفس کی ترغیبات ، مالی ترغیبات ، یا اخلاقی امتحانات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو تو پھر اس معاشرہ پر بڑے سے بڑا بوجھ ڈالا جا سکتا ہے ، اور وہ خلافت اسلامی کا بھی بوجھ برداشت کر سکتا ہے ۔ اور مجھے اس میں بالکل شبہ نہیں کہ اگر معاشرہ کی اصلاح ہو جائے اور یہ ساری طاقتیں جو اثر انداز ہوتی ہیں ان میں آپس میں تعاون ہو اور یہ سب اشتراک عمل کے ساتھ معاشرے کی اصلاح میں کچھ عرصہ لگ جائیں تو خلافت اسلامیہ کا خواب بھی حقیقت بن سکتا ہے ۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے ۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ	جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں
فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم	میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں

فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون ○ (سورہ النور)

دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ آیت ایک معجزہ ہے، جس وقت یہ آیت ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا۔ اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے، مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی ------ اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی، وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی۔ آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو کے اس دور میں، ناولوں کے اس دور میں، پکچر اور فلم کی ترقی کے اس دور میں۔ اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے۔ مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا اور انہوں نے اس کا انطباق کیا ہوگا، کسی مخصوص واقعہ پر، لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح ان تشیع الفاحشۃ پر لگی ہوئی ہیں اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہو سکتا تھا۔

کچھوا سست رفتاری کے باوجود سو رہا ہے اور خرگوش تیزی کے ساتھ مصروف عمل ہے

ہم نے اور آپ نے بچپن میں یہ کہانی سنی تھی کہ خرگوش اور کچھوے میں مقابلہ ہوا۔ خرگوش بہت تیز رفتار، کچھوا بہت سست رفتار، لیکن کچھوا محنتی تھا، وہ مسلسل چلتا رہا اور خرگوش سو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ روایتی کچھوا اس روایتی خرگوش سے آگے بڑھ گیا، آج معاملہ اس کے برعکس ہے، آج مقابلہ کچھوے اور خرگوش کا ہے۔ لیکن معاملہ یہ ہے کہ کچھوا اپنی سست رفتاری کے ساتھ بھی سو رہا ہے۔ اور خرگوش اپنی معروف تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ آج ہماری اور تخریبی طاقتوں کی مثال یہی ہے، عالم اسلام کی تعمیری کوششیں اس کچھوے کی طرح ہیں جو سست رفتار بھی ہے اور جاگ بھی رہا ہے۔ آپ تخریبی اور تعمیری طاقتوں کا مقابلہ کرکے دیکھیں ہر جگہ یہ کچھوے اور خرگوش کی کہانی آپ کو بالکل واقعہ نظر آئے گی۔

ہمارے معاشرے میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انارکی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں ان کے پاس وہ وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر سکتے ہیں۔ نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں ادھر ان تعمیری کوششوں کا، ان تعمیری اداروں کا حال یہ ہے کہ وہ وسائل سے بھی محروم ہیں، ان کے پاس قوت تنقید بھی نہیں ہے اور کشش CHARM اور لبھانے والی طاقتیں بھی نہیں ہیں۔

اس وقت اسلامی معاشرہ کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا ہے، اور یہ خام خیالی جو لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ گئی ہے کہ افراد کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے، اصل معاملہ ہے مجموعہ کا اور اجتماعیت کا، یہ دور ہے اجتماعیت کی تقدیس کا، اجتماعیت کا اتنا پروپیگنڈا کیا گیا ہے، فلسفۂ سیاست، اجتماعیات اور عمرانیات کے ذریعہ جو ایک مستقل فن بن گیا ہے۔ افراد کی اہمیت نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو گئی ہے بلکہ ان کی نفی ہونے لگی ہے۔ لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ افراد اپنی جگہ پر کیسے ہی ناقص اور فاسد ہوں، لیکن جب افراد ایک دوسرے سے مل جائیں گے، ان کے ملنے سے ان کے اجتماع سے جو مجموعہ وجود میں آئے گا، وہ صالح ہو گا، یعنی تختے چاہے کتنے ہی خراب ہوں، گھن کھائے ہوئے ہوں، کرم خوردہ ہوں، لیکن جب کشتی بنائی جائے گی، جہاز بنایا جائے گا تو وہ جہاز اچانک ایک بڑے سے بیڑے میں تبدیل ہو جائے گا اور ان تختوں کی علیحدہ علیحدہ جو خرابی ہے وہ اس میں گم ہو جائے گی، اس کی ایک مثال یہ دی جا سکتی ہے، کہ رہزن جب تک علیحدہ علیحدہ ہوں وہ رہزن ہیں لیکن اگر رہزن یونین بنالیں تو وہ پاسبان بن جاتے ہیں، چور اگر اپنا کوئی اتحاد قائم کر لیں، وفاق قائم کر لیں تو وہ چوکیدار کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، لیکن اگر الگ الگ ہیں تو چور ہیں، رہزن ہیں، یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک رہزن رہزن ہے، دو رہزن رہزن ہیں، لیکن سو رہزن آپس میں مل کر پاسبان کیسے بن جاتے ہیں۔ یہی رہزنی جب ایک فرد واحد میں ہے۔ تو مضر ہے، لیکن ترقی کر کے سو کے درجے تک پہنچے تو اب کیسے مضر نہیں رہے گی، اگر وہ ایک نمبر کی مضر تھی تو اب سو نمبر کی مضر ہونی چاہئے۔ دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال یہی ہے۔ یورپ امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے۔ اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسق الخیال، فاسد المقصد، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات فاسد، ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنا لیا اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسلام کے ترکش کا قیمتی تیر یہاں پر اس وقت خدا نے ایک موقع میسّر فرمایا ہے، اور یہاں لوگوں کے ذہن میں خدا کی طرف سے یہ بات آئی ہے کہ اس ملک میں معاشرہ کی ایک نئی تشکیل ہونی چاہئے اور اس ملک میں شریعت کا نفاذ ہونا چاہئے اور بالا تری اور اقتدار اعلیٰ شریعت اسلامی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ یہ بہت مبارک بات ہے۔ محض اللہ کا فضل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اتفاقی واقعہ نہیں ہے۔ میں اتفاق کی منطق کا قائل نہیں، جو کچھ ہوتا ہے۔ تقدیر الٰہی اور قضا و قدر کے فیصلہ پر ہوتا ہے، یہ ملک جس بلند مقام اور بلند نسبت پر قائم ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی نسبت کا لحاظ فرمایا اور اسکی عنایت و رحمت کی نظر ہوئی، اس لئے میں اس موقع کو غنیمت بلکہ نعمت سمجھتا ہوں اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں آپ حضرات کو یہ بھی آگاہی دینا چاہتا ہوں کہ جب تک ترکش کا کوئی تیر آزمایا نہ جائے اس تیر کے متعلق اس قسم کا حسن ظن قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ڈرایا بھی

جا سکتا ہے اور اس سے امید بھی قائم کی جا سکتی ہے، لیکن جب کوئی تیر ترکش سے باہر آجائے وہ استعمال ہو جائے پھر اس کے بعد صرف حقیقت رہ جاتی ہے، تجربہ رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں رہ جاتا۔ اسلام کے ترکش کا یہ تیر بڑا قیمتی ہے، میں شریعت کا نفاذ اُسے نہیں سمجھتا کہ چند حدود جاری ہو جائیں، شریعت کا نفاذ بہت وسیع لفظ ہے۔ اور اس کا بڑا وسیع مفہوم ہے، اس لئے میں کسی ملک کے متعلق شہادت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب کہ اس کے پورے حالات مقاصد کا اور نیتوں کا علم نہ ہو جائے، لیکن بہرحال دنیا میں ایک چیز ایسی تھی جس کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ اگر وہ تیر ترکش سے نکلا تو پھر دنیا میں خیر و برکت کا دروازہ کھل جائے گا۔ جب تک وہ تیر ترکش سے باہر نہیں آیا تھا، اس کے آنے کی امیدیں پیدا نہیں ہوئی تھیں، اس وقت تک دنیا کی زبانیں خاموش، قلم بھی خاموش، ہمارے لئے عذر کے مواقع بھی بہت تھے کہ کیا کیا جائے، شریعت کا نفاذ ہی پوری طرح نہیں ہو رہا ہے۔ اسلامی معاشرہ ہی درست نہیں ہو رہا ہے، اس سے کیسے اچھی امید کی جا سکتی ہے۔؟ لیکن جب وہ تیر باہر آجائے، پھر اس کے بعد کیا عذر ہو سکتا ہے، یہ تیر ایک ہی بار استعمال ہوتا ہے۔ یہ میں آپ سے عرض کر دوں کہ تاریخ کے تجربہ، تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں کہ یہ تیر بار بار استعمال نہیں ہوا کرتا، یہ ایسا تیر نہیں جو بار بار آزمایا جائے، پھر جا کر اٹھا لائیں، پھر ترکش میں رکھ لیں کہ ہم بوقت ضرورت استعمال کرتے رہیں گے، یہ تیر ایک دفعہ کمان سے نکلا پھر واپس نہیں آیا، یہ بہت ہی نازک وقت ہے۔ میں ایک ایسے منتخب مجمع کے سامنے جس میں اس ملک کے چیف جسٹس موجود ہیں اور متعدد مرکزی وزراء موجود ہیں، علماء کرام بھی موجود ہیں، میں آپ سے پوری معذرت کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں، کہ صرف پاکستان کی تاریخ میں نہیں، بلکہ تاریخ اسلامی میں ایک نازک مرحلہ آگیا ہے، ایسے مواقع پر آدمی اپنی سانس روک لیتا ہے۔

تجربے کامیاب بھی ہوتے ہیں، ناکام بھی ہوتے ہیں۔ ہماری انسانی زندگی ساری کامیاب اور ناکام تجربوں کا مجموعہ ہے، انسان ٹھوکر کھاتا ہے، پھر سنبھلتا ہے، گرتا ہے، پھر اٹھتا ہے، قوموں کی کشتیاں بھی ڈوبیں اور نکلیں اور یہ خدا کا قانون ہے۔ "یولج اللیل فی النھار و یولج النھار فی اللیل و یخرج الحی من المیت و یخرج المیت عن الحی" اور "قل اللّٰھم مالک الملک۔" میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے۔ "یقلب اللہ اللیل والنھار" یہ الٹ پھیر ہوتے رہتے ہیں، کسی تجربہ کا ناکام ہونا اتنا مضر نہیں ہے، جتنا آئندہ تجربوں کے دروازوں کا بند ہونا مضر ہے۔

میں آپ سے کہتا ہوں جو مبارک کام آپ کرنے جا رہے ہیں، اس ملک و معاشرہ کے اندر اتنی صلاحیت ہونی چاہئے کہ وہ اس کو قبول کرے۔ استقبال کرے اور پھر اس کو برداشت کر سکے ہضم کر سکے، اگر آپ کسی کمزور معدہ میں کوئی لطیف ترین غذا بھی ڈال دیں اور وہ معدہ اس کو واپس کر دے، اسکو قبول نہ کرے تو اس کا کوئی فائدہ

نہ ہوگا، اصلاح معاشرہ کا کام بڑے وسیع پیمانے پر شروع ہونا چاہیئے۔ مسجدوں کے منبروں سے اور درسگاہوں سے، اخبار کے کالموں سے، ٹیلیویژن اور ریڈیو سے اور سیاسی مقررین کی تقریروں میں بھی اس کو نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے، قدم قدم پہ اگر رشوت ہے، قدم قدم پہ مالی ترغیبات ہیں، قدم قدم پر سنگدلی ہے اور اپنے ساتھیوں اور ایک محلہ کے رہنے والوں، شہر کے بسنے والوں سے اگر بے حسی ہے، ان کی مدد کرنے کا کوئی جذبہ نہیں ہے، ہمارے کارکنوں میں دفتر کے کارکنوں میں اور ہمارے مختلف عہدوں اور محاذوں پر کام کرنے والوں میں تو پھر بہت بڑا خطرہ ہے۔

اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کے اسباب اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کا سب سے بڑا سبب معلوم ہوا کہ جہاں ان میں اور بہت سی غلطیاں ہوئیں وہیں ان میں اشاعت اسلام کی کوشش نہیں کی، وہ شمال کیطرف نہیں بڑھے بلکہ جنوب کیطرف ہٹتے چلے گئے، انہوں نے وہاں کی عیسائی آبادی کو اپنے سے مانوس نہیں کیا، اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، وہ قلب یورپ میں نہیں گھسے اور اپنے ماحول کو درست نہیں کیا، وہ فن تعمیر اور اپنے تہذیبی اثاثہ کو وسیع کرنے میں مشغول ہوگئے، فنون لطیفہ اور شاعری اور موسیقی کیطرف ان کی بہت زیادہ توجہ منعطف ہوگئی، لیکن سب سے بڑی بدقسمتی کی بات ان کا داخلی انتشار تھا، وہ ربیعہ و مضر اور یمانی و حجازی قبائل کا اختلاف تھا، لسانی عصبیت، صوبائی عصبیت، نسلی عصبیت اور تہذیبی عصبیت سخت خطرناک بیماریاں ہیں، قرآن مجید میں ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے:

لا یسخر قوم من قوم عسیٰ	کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن
ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء	ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور
من نساء عسیٰ ان یکن خیرا	نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ وہ ان
منھن ولا تلمزوا انفسکم	سے اچھی ہوں اور اپنے کو عیب نہ لگاؤ
ولا تنابزوا بالالقاب (الحجرات)	اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔

یہ مشورہ افراد ہی کے لئے نہیں ہے، یہ ملتوں کے لئے بھی مشورہ ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے قوموں اور ملکوں کے چراغ گل کر دئے۔ میں نے اپنے دوستوں سے جو ہندوستان سے پاکستان آنے والے تھے یہی کہا کہ آپ جا رہے ہیں تو اپنے اپنے دلوں سے یہ احساس برتری نکال دیجئے کہ آپ اہل زبان ہیں، آپ کی اپنی تہذیب ہے، اگر آپ خلاف تہذیب کام کریں تو وہ بھی دوسروں کی تہذیب سے بڑھ کر تہذیب ہوگی، ان سب چیزوں کو ذہن سے نکال دیجئے، آپ وہاں جا کر پرانے رہنے والوں کے ساتھ شیر و شکر ہو جائیے۔

پاکستان اسوقت دنیا کے نقشہ پہ اثر انداز ہو سکتا ہے، اور اس وقت کوئی اہم کردار ادا کر سکتا ہے، جب

ایسا صحیح الترکیب معجون ہو ان عناصر کا جو باہر سے آئے ہیں، یا یہاں کے رہنے والے ہیں، ان کو کوئی کسی سے امتیاز نہ کرے یہ سب وہ خطرات ہیں جو اسپین میں تھے، وہاں قبائلی عصبیت نے گل کھلائے اور اپنا اثر دکھایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت کا یہ خطرہ ان پر تلوار کی طرح سر پر لٹک رہا تھا وہ اس کو بھول گئے، وہ آپس میں ایک دوسرے کا تفوق ظاہر کرنے یا زیادہ سے زیادہ حکومت سے لینے یا اپنے قبیلہ کے مفاد کی حفاظت میں لگ گئے، آج پاکستان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے زیادہ موزوں مجمع اس سے زیادہ مؤثر مجلس کوئی نہیں ہوسکتی جس میں اپنے اس اندیشے کا اظہار کروں کہ آپ کی اصلاح کی مہم ان عصبیتوں کو ختم کر دے اور ان عصبیتوں کو ختم کرنے کی صورت یہ نہیں ہے کہ ان عصبیتوں کی تردید کی جائے، ہم اپنے طرزِ عمل سے اور اسلامی اتحاد اور عدل و مساوات سے جس کا ذکر کیا ہے چیمہ صاحب نے، اس کے قانون و مساوات پر عمل کر کے ہم ان عصبیتوں کو بالکل فنا کر دیں، کم سے کم پاکستان کی حد تک ہمارے سامنے صرف اسلام کا مسئلہ رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں دو ہی محاذ ہیں، ایک محاذ ہے، الحاد و کفر کا اور ایک محاذ ہے اسلام اور اس میں ذرا سی بھی چوک ہوئی تو میں قرآن مجید کے وہی الفاظ دہراؤں گا جو مدینہ میں قائم ہونے والے چھوٹے سے اسلامی معاشرے کو مخاطب کر کے کہے گئے تھے، مدینہ طیبہ میں جو معاشرہ بن رہا تھا وہ نہ صرف یہ کہ مہاجرین و انصار سے مرکب تھا بلکہ خود انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج سے مرکب تھا اور مہاجرین اور انصار کے درمیان اتنی شکر رنجیاں اور اتنی تلخیاں، انتقامی جذبات، اتنی رنگین تاریخ، خون آلود تاریخ نہیں ہوگی جتنی اوس و خزرج کے درمیان، اوس و خزرج تقریباً چالیس برس لڑ چکے تھے اور اب بھی ان کی آنکھوں میں خون بھرا ہوا تھا اور ذرا سے ایک شعر پڑھ دینے میں ان کے جذبات مشتعل ہو جاتے تھے۔ ایسا ہوا ہے کہ اوس و خزرج بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی شاطر یہودی نے کسی کو بھیجا اور کہا کہ فلاں قصیدہ پڑھو اور اس نے پڑھنا شروع کیا اور قریب تھا کہ تلواریں نیام سے نکل آئیں اور آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ خون ٹپکنے لگے گا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور آپ نے ان کو اسلامی وحدت اور اسلامی اخوت کیطرف متوجہ فرمایا اور وہ آگ ٹھنڈی ہوئی۔ وہ معاشرہ جو اتنا چھوٹا سا تھا، ساری دنیا ایک طرف، ساری طاقتیں ایک طرف، بازنطینی اور ساسانی سلطنتیں ایک طرف تھیں، اس کے بعد کی سلطنتیں ہندوستان وغیرہ کو چھوڑ دیئے اور اس کے مقابلہ میں چند ہزار آدمیوں کا ایک مجموعہ، ایک یونٹ، ایک وحدت تیار ہو رہی تھی۔ یہ وحدت بڑی طاقتوں کا کیا مقابلہ کر سکے گی، لیکن اس کو بھی آگاہی دی گئی کہ اگر تم نے اپنی وحدت کو مستحکم نہ کیا، اپنی اخوت کو مستحکم نہ کیا، الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر۔ اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو اس کوتاہی کی سزا دنیا میں یہ ملے گی کہ زمین میں فتنۂ عظیم و فساد کبیر برپا ہوگا۔

اب آپ خیال کیجئے، کیا یہ لوگ ایسے تھے کہ جو انسانی قسمت پر ایسے اثر انداز ہو سکیں؟ لیکن انسانیت

کی آس ان ہی لوگوں سے قائم تھی، انسانیت کا جوہر، انسانیت کی اصلاح کا جو بھی سرمایہ تھا صرف یہی لوگ تھے۔ اسی لئے کہا گیا تم اگر ذرا سی غلطی کروگے اور تمہاری وحدت واخوت میں ذرا بھی رخنہ پڑا تو صرف یہی نہیں کہ تم فنا ہو جاؤگے۔ بلکہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر۔ دنیا میں فتنہ عظیم اور فساد کبیر برپا ہوگا، آپ سے کہتا ہوں کہ پاکستان میں اگر خدانخواستہ ان عصبیتوں نے سر اٹھایا جن کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ جن کو EXPLOIT کیا جاتا ہے، جن سے ہر وقت لوگ کام لیتے ہیں تو پھر کوئی طاقت پاکستان کو بچا نہیں سکتی۔ نفاذِ شریعت کا تجربہ اگر خدانخواستہ ناکام ہوا تو پھر دنیا کے کسی گوشے میں کوئی خدا کا بندہ اس کا نام نہیں لے سکتا کہ شریعت کا نفاذ کیا جائے۔

میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مغرب اور پوری غیر اسلامی دنیا اس وقت ان ملکوں کیطرف دیکھ رہی ہے جہاں شریعت کے نفاذ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ تجربہ اگر ناکام ہوتا ہے، تو پھر میدان صاف ہے۔ اس لئے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے اور اس مرحلہ پر آپ کو پوری توانائیاں، پوری ذہنی صلاحیتیں، اپنی قوتِ ارادی، ایثار و قربانی کا جذبہ، تعاون و اشتراکِ عمل، اختلافات کو پس پشت ڈال دینے کی ہمت اس پر مرکوز کر دینی ہے۔ آپ کو جماعتوں سے بالاتر ہو کر بلند تر ہو کر پاکستان کے مفاد اور اس سے بھی بالاتر ہو اسلام کے مفاد کو دیکھنا ہے۔ اگر آپ نے یہ شرائط پوری کر دیں تو تاریخ کا ایک نیا صفحہ پلٹے گا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوگا، جب ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا، تو آپ دیکھیں گے کہ دنیا بھر کے سیاح ہی نہیں، بلکہ دنیا بھر کے شاہد اور مبصر آپ کے ملک میں آئیں گے تاکہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ساری دنیا میں بیان کر سکیں اور بتائیں کہ ہم نے ایک ایسا معاشرہ دیکھا ہے جہاں گناہ ناپید ہے، جہاں ہر فرد ایک دوسرے کیساتھ ہمدردی کرتا ہے جو ایک معیاری اور مثالی معاشرہ ہے جہاں قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور روح کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جہاں پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں آگئے ہیں۔ اس لئے میں صرف اس طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا کام نہیں ہے۔ کہ ایک رات میں سب کچھ ہو جائے۔ کاش! ایسا ہو جاتا۔ آپ اس کے لئے وہ سب تیاریں کریں اور وہ سب قربانیاں دیں جو ایک ایسی نعمت کے لئے دینا چاہئے۔ جس پر انحصار ہے اسلام کی آئندہ ترقی کا اور آپ کے ملک کی قسمت کا۔

میں ان الفاظ کے ساتھ شکر گذار ہوں ان حضرات کا جنہوں نے مجھے ایسا زریں موقع فراہم فرمایا اور آپکا کہ آپ نے یہاں تشریف لاکر میری عزت بڑھائی۔

=

جارحانہ شیعہ جذبات و مطالبات
اور
سنّی اکثریت کی ہمہ گیر بے چینی

- مولانا محمد اسحاق سندیلوی
- مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری
- مولانا قاضی مظہر حسین
- مولانا غلام یحییٰ
- مولانا محمد یوسف
- اتحاد المسلمین کراچی
- تحفظ ناموس صحابہؓ
- پاکستان، جماعت حنفی اہل سنت۔ کراچی
- انجمن محبان صحابہؓ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

اسلامی نظام کے نفاذ کی طرح صدر پاکستان کے اعلانات اور عمل پیش رفت پر کچھ شیعہ زعماء نے جداگانہ حقوق اور فرضی خدشات کی آڑ میں جس انداز سے واویلا اور شور مچایا اور فقہ جعفریہ کے نام پر جداگانہ قانون نافذ کرنے کا مطالبہ کیا بجا طور پر ملک کی عظیم اکثریت سنّی مسلمانوں کی علماء تنظیموں اور اداروں میں ان تباہ کن اور تفرقہ انگیز سرگرمیوں پر بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی، تصویر کے اس رخ اور فطری ردِّعمل کو سامنے لانے کیلئے دفتر میں آئے ہوئے بیشمار بیانات اور خطوط سے چند ایک پیش کر رہے ہیں، امید ہے ہمارے شیعہ بھائی اس آئینہ میں تصویر کا دوسرا رخ دیکھ کر اپنی جذباتی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں گے۔ ——— ادارہ ———

★

شیعہ نواز سنّی سیاستدانوں کی خدمت میں ۔ نوائے وقت پنڈی مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۷۹ء میں ایک بیان چھپا ہے جس کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے مذہبی طبقہ میں سخت اضطراب و ہیجان پایا جاتا ہے۔ اور بجا طور پر شکایت کر رہا ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ممتاز مسلم لیگی اور سابق وفاقی وزیر چوہدری ظہور الٰہی نے کہا ہے۔ کہ مسلم لیگ کا شیعہ حضرات کے بارے میں موقف یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے سلسلہ میں ان پر فقہ جعفریہ کے مطابق حدود جاری ہونی چاہئیں۔ اور دیگر امور شریعت میں بھی ان کے متعلق فیصلے فقہ جعفریہ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ چوہدری ظہور الٰہی نے تمام شیعہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مسئلہ کو طے شدہ سمجھیں اور متنازعہ فیہ خیال نہ کریں، شیعہ حضرات

ایسی لگن اور تو کے ساتھ پاکستان میں اسلامی نفاذ کو کامیاب بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ آج کے حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ ساری امت پاکستان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کفر و اسلام کی جنگ میں شایان شان کردار ادا کرے

شکایات

۱۔ آپ نے یہ مؤقف کس اصول کی بنا پر اختیار کیا ہے۔ کیا پاکستان اسلامی جمہوری ملک نہیں اور کسی جمہوری ملک میں اقلیتی فرقہ کو یہ حق دیا گیا ہے۔ جو آپ نے دیا ہے، کوئی مثال پیش فرمائیں۔ کیا اپنے پڑوسی ملک ایران میں اہل سنت کو یہ حق حاصل ہے، کہ ان پر ان کی فقہ کے مطابق حدود جاری کی جائیں اور دیگر امور شریعت میں بھی ان کے متعلق فیصلے ان کی فقہ کے مطابق ہوں۔

۲۔ دوسری مذہبی اقلیتوں (مرزائی، عیسائی، ہنود) کے متعلق آپ کا کیا مؤقف ہے، کیا یہ حق ان کو بھی ملنا چاہیئے کہ ان پر ان کے مذہب کے مطابق سزائیں جاری کرنی چاہیئیں یا نہیں؟

۳۔ صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کا یہ بیان کہ چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس لئے پاکستان میں صرف فقہ حنفی کا نفاذ ہوگا۔ اور ملک میں ہر فرقہ کے لئے علیحدہ علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں (بحوالہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۷ فروری ۱۹۷۹ء)

بیان معقول اور منصفانہ اور مبنی بر حقیقت ہے جو کہ اہل سنت والجماعت کی جانب سے بھرپور تائید بھی حاصل کر چکا ہے۔ مگر آپ نے اس کے بالکل خلاف بیان دے کر قوم کو اضطراب میں ڈال دیا ہے۔ شاید آپ نے صدر صاحب کے بیان پر غور نہیں فرمایا۔ ورنہ آپ اس بیان کی حرف بحرف تائید کرتے اور مجبوراً کرتے کیونکہ اس کے بغیر کوئی صورت ممکن ہی نہیں۔

۴۔ آپ فرماتے ہیں کہ آج کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری ملت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کفر و اسلام کی جنگ میں شایان شان کردار ادا کرے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ مقصد وحید شیعہ حضرات کے مطالبات منظور کرنے سے کیسے حاصل ہوگا۔ جبکہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں علیحدگی اور تفریق کلی پر اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ کسی جزوی امر میں بھی شرکت اور اتفاق کے روادار نہیں۔ اب علیحدگی نصاب دینیات کے مطالبہ کی ایک اور قسط ملاحظہ فرمائیں۔ ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸ تا ۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء کے صد۳ پر صدر مملکت سے بہ زور مطالبہ ہو رہا ہے کہ شیعان علی کے لئے نصاب دینیات کی علیحدگی کا حکم جاری کریں۔ اور پہلی جماعت سے لیکر یونیورسٹی سطح تک کتب، مدرس، لیکچرار اور پروفیسر کا اہتمام کریں۔ صرف نویں اور دسویں جماعت کا علیحدہ نصاب مطالبہ کی پوری تکمیل نہیں ہے۔ اور اسلامی نظریاتی کی علیحدگی کے متعلق بھی ان کے خیالات کا جائزہ لے لیں، جو اسی رسالہ مذکورہ کے صد۴ کے بیان سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ بعد وفات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام میں دو جماعتیں ابھریں۔ ایک کا قائد حضرت ابوبکرؓ اور آگے چل کر اپنے آپ کو سنّی کہلائے۔ دوسری کا قائد حضرت علیؓ یہ آگے چل کر شیعہ کہلائے۔ دونوں کے انسانی پیدائش سے لیکر مرنے تک اسلامی نظریات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ان نظریات کے بعد ملّتِ اسلامیہ کا اجتماع اگر کسی بنیاد پر ہو سکتا ہے، وہ کلمہ اسلام کی وحدت ہے۔ لیکن شیعہ حضرات نے کلمہ اسلام کی وحدت کو بھی پارہ پارہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اپنے شیعہ کلمہ اور شیعہ اذان کے تحفظ کا صدر مملکت سے بذریعہ احتجاجی قرار داد کے پُرزور مطالبہ کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو احتجاج ۳ ربیع الثانی منجانب مدرسہ کلیۃ النجف ٹرسٹ پاکستان (قرار داد ۳) فقہ جعفری اور خلافت الٰہیہ کا اصل اصول کلمہ ایمان ——— لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہٗ بلافصل ہے۔ جو صدرِ اسلام سے آج تک شیعہ کو آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے (بطور) تواتر پہنچا ہے۔ چودہ سو سال سے شیعہ مسلمان متواتر اسی کلمہ کو پڑھتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے شیعہ مسلمانوں کا یہ اجتماع صدر مملکت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے، کہ شیعوں کے لئے شیعہ کلمہ کا قانونی تحفظ کرنے کا دوٹوک اعلان کیا جائے۔

۴ اذان شعار اسلام ہے۔ ائمہ اہل بیت کی دشمن حکومتوں میں بھی شیعہ مسلمان اذان میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہٗ بلافصل کا اعلان کرتے آئے ہیں۔ اس لئے شیعہ مسلمانوں کا یہ اجتماع ضروری مطالبہ کرتا ہے کہ ملک وملّت کی وحدت کیلئے شیعہ اذان کو قانونی تحفظ دیا جائے۔ آپ بھی شیعہ حضرات کے مطالبات منظور کر کے ملّتِ پاکستان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اور شیعہ حضرات بھی وحدت کلمہ اور وحدت اذان کو پارہ پارہ کر کے ملک وملّت کی وحدت چاہتے ہیں۔ بتایئے اس وحدت اور جمع کی بنیاد کیا ہوگی۔ کس بنیاد پر آپ ملّت کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔

چونکہ دین اسلام کی بنیاد کلمہ اسلام ہے اور تمام اصول دین اور فروع کی بنیاد اس پر ہے۔ اور کلمۂ اسلام ہی تمام اسلامی فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے۔ اور اسی رشتہ کی بنا پر تمام اسلامی فرقے باوجود شدید اختلاف کے پھر بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر جس نے اپنا رشتہ اس کلمہ اسلام سے توڑ دیا وہ اسلامی فرقوں سے خود بخود جدا ہو گیا۔ پھر کس بنیاد پر آپ ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں گے۔

سوال:۔ آپ کا ان مذکورہ بالا شیعوں کے دو مطالبات شیعہ کلمہ اور شیعہ اذان کے تحفظ کے بارے کیا مؤقف ہے، کیونکہ شیعہ کلمہ کے تحفظ کا معنی یہ ہے۔ کہ وہ اسلام جو دورِ رسالت اور دورِ خلافت سے لیکر آج تک تمام اسلامی فرقوں کے درمیان متفقہ بغیر کسی اختلاف اور نزاع کے بطریق اجتماع وتواتر چلا آرہا ہے۔ اس میں معاذاللہ اضافہ اور تبدیلی کو تسلیم کیا جائے۔ اور پوری ملّتِ اسلامیہ کی بشمول صحابہؓ کرام اور اہل بیت عظام کی تضلیل وتکفیر کی اجازت دی جائے، کیونکہ اس شیعہ کلمہ کی بنیاد پر سوائے شیعہ کے باقی امت مسلمہ اور غیر مسلم اور کافر قرار پاتی ہے۔ حالانکہ یہ

کلمہ خلیفۃ بلافصل والا نہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کو مسلمان بنانے کے لئے پڑھایا ہے، اور نہ حضرت علی مرتضیٰ نے اس کلمہ کی تعلیم دی ہے۔ اسلام میں تو اس کلمہ کا بالکل وجود ہی نہیں۔ یہ شیعہ حضرات کا خود ساختہ کلمہ ہے۔ لیکن پھر بھی شیعوں کے نزدیک اسلام اور کفر کی بنا اسی کلمہ پر ہے۔ جو شخص حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل نہ مانے وہ ان کے نزدیک مسلمان نہیں۔ چنانچہ جلاء العیون کے صد ۳۱ پر ہے کہ جناب مصطفیٰؐ کی رسالت کے اقرار سے اور صرف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ جب تک علیؓ کے وصی خلیفہ اور افضل امت ہونے کا اقرار نہ کرے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسلمان بناتے وقت یہ اقرار لیا تھا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ کیسے مسلمان ہوتے۔ محمد حسین صاحب ڈھکو اپنی کتاب عقائد الشیعہ ص ۴۲۲ پر لکھتا ہے: یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ ہمارا کلمہ شہادت توحید اور رسالت اور شہادت ولایت سے مرکب ہے۔ یعنی لاالہ الا اللہ۔ الخ مگر اس فرقہ (وہابیہ) کا کلمہ دیگر تمام اسلامی فرقوں کی طرح صرف شہادت توحید و رسالت پر مشتمل ہے۔ یعنی لاالہ الا اللہ۔ الخ و شہادت ولایت کو جائز و جزء کلمہ نہیں سمجھتے۔ لیکن ہم کلمۂ طیبہ کے اس حصہ کو اسلام کا جزء مکمل و متمم جانتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ اس حصہ کے بغیر ان کے نزدیک کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ اب آپ ہی خود بنظر غائر عادلانہ فیصلہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ایک سنی مسلمان کا بیان فقہ جعفریہ کے نفاذ کے حق میں کس قدر درست ہے۔؟

غلام یحییٰ صدر مدرس جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام
جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر

صدر پاکستان کے نام ٹیلیگرام | مندرجہ ذیل ٹیلیگرام صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب کو ارسال کیا گیا:

"کسی ملک کیلئے ایک سے زیادہ پبلک لاء ہر عاقل کیلئے پاگل پن ہے۔ لہٰذا پاکستان حکومت واضح طور پر اعلان کردے کہ یہاں کا عام قانون فقہ حنفی کے مطابق ہوگا۔ یا فقہ جعفری کے مطابق۔؟

مسئلے کا صحیح حل یہ ہے کہ جو حقوق سنی اقلیت کو ایران میں حاصل ہیں وہ پاکستان کی شیعہ اقلیت کو مکمل طور پر دے جائیں، اسلام ہی کے نام پر پاکستان بنا، اسلام ہی کے نام پر ایران میں انقلاب آیا۔ ایران میں اگر پبلک لاء فقہ جعفری کے مطابق اور وہاں کے سربراہ کا شیعہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے تو پاکستان میں سنی صدر اور حنفی قانون کیوں نہیں ہوسکتا۔؟

مولانا محمد جعفر شاہ ندوی پھلواروی
۲۴۶ بہادر آباد۔ کراچی ۵

ایرانی سنّیوں کی حالت زار | صدر پاکستان کے نام ایک ٹیلی گرام ——— جناب عالی ! ایران میں سُنیّوں (یعنی کُردمسلمان) کا قتل عام ہورہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو مارنے کے لئے (جدید ترین ہتھیار) نیپام بم اور ٹینک استعمال کیے جا رہے ہیں۔ بی بی سی کی اطلاع کے مطابق گڑبڑ اسوقت شروع ہوئی جب کردستان کی شیعہ اقلیت کو ہتھیار تقسیم کئے گئے۔ ایرانی بلوچستان کے سنیّوں (مسلمانوں) نے بھی مدد کی اپیل کی ہے۔ جن پر ظلم و زیادتی ہورہی ہے۔ ایران میں سنّی کو بنیادی اور مذہبی حقوق تک حاصل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تہران میں ایک مسجد بھی نہیں بنا سکتے۔ برائے کرم آپ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے ایران میں (خمینی حکومت سے) سنّی مسلمانوں کا قتل عام بند کرائیے۔

محمد اسحٰق صدیقی ندوی

سابق مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ سرپرست کل پاکستان سنّی کونسل۔

دو فیصد اقلیت کی جسارت | صدر پاکستان کے نام ایک ٹیلی گرام ——— شیعہ حضرات کے غیر ضروری احتجاج اور مظاہروں کے باوجود "فقہ جعفریہ" ۹۷ فیصد سنّی آبادی پر نہیں ٹھونسا جا سکتا۔ ۱۹۲۱ کی مردم شماری کے مطابق شیعہ آبادی صوبہ بلوچستان، سرحد، اسوقت کے پنجاب اور بمبئی اور سندھ میں کل ۴,۷ لاکھ تھی جسکی بنا پہ پاکستان میں زیادہ سے زیادہ موجودہ آبادی کا تخمینہ ۱۳ لاکھ ہوسکتا ہے۔ یعنی کل آبادی کا ۲ فیصد۔ اس کے علاوہ جمعہ و عیدین کے عام اجتماعات کے مشاہدے سے بھی شیعہ آبادی کی بہت ہی معمولی تعداد کا ثبوت مل جاتا ہے۔

محمد اسحاق صدیقی سرپرست کل پاکستان سُنّی کونسل و
سابقہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ و شیخ الحدیث مدرسہ
عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

بطور پبلک لاء فقہ جعفری نہ نافذ کی جائے۔ | جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیا الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان ! ——— فقہ جعفری کے نفاذ کے سلسلہ میں آل پاکستان شیعہ کنونشن بھکر (میانوالی) ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء مفتی جعفر حسین صاحب سابق شیعہ رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر حکومت نے ۳۰ اپریل تک شیعہ مطالبات کو تسلیم نہ کیا تو وہ مشاورتی کونسل کی رکنیت سے مستعفی ہوجائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حسب اعلان یکم مئی کو اپنا استعفیٰ صدر مملکت کو ارسال کردیا ہے اور آج ۴ مئی کو شیعہ قوم یوم احتجاج منا رہی ہے۔ حالانکہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے شیعہ مطالبات کے تحت شیعہ وفد کی ملاقات کے لئے ۵ مئی کی تاریخ مقرر کردی تھی۔ ان حالات میں نماز جمعہ کے موقعہ پہ مدنی جامع مسجد چکوال میں سُنّی مسلمانوں کا یہ اجتماع

شیعہ قوم کی حالیہ احتجاجی کارروائیوں کو ملک کے موجودہ بحرانی حالات میں اضافہ کا سبب تصور کرتا ہے۔ اور شیعہ مجوزہ ایجی ٹیشن کو انتہائی خطرناک قرار دیتا ہے۔

مسلمانان اہل سنت کا یہ اجتماع شیعہ قوم کی طرف سے پاکستان میں فقہ جعفری کو بطور پبلک لاء نافذ کرنے کے مطالبہ کو بالکل غیر معقول اور ناجائز قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ا۔ ملک میں دو متضاد قانونوں کا نفاذ بالکل بے معنی اور اشتعال انگیز ہے۔ ب۔ شیعہ مذہب میں حضرت علیؓ سے لیکر امام غائب حضرت مہدی تک مجوزہ بارہ امام انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں۔ حالانکہ آج جس فقہ کو فقہ جعفری کہا جاتا ہے حضرت علیؓ نے بھی باوجود اقتدار اعلیٰ (منصب خلافت راشدہ) پر فائز ہونے کے اس فقہ جعفری کا قانون نافذ نہیں کیا بلکہ آپ نے اسی اسلامی قانون کو نافذ رکھا جو سابق خلفائے راشدین (خلفائے ثلثہ) حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے اپنے اپنے دور خلافت میں نافذ کیا تھا اور نہ ہی گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے دور امامت تک کسی امام کے دور میں فقہ جعفری کے قانونی نفاذ کا کوئی نام و نشان ملتا ہے۔ ج۔ گو شیعہ مذہب کی بنیاد پر آخری اور بارہویں امام حضرت مہدی کا قیامت تک دور امامت ہے۔ لیکن آپ خود صدیوں سے غائب ہیں اور غیبت کبریٰ کے زمانہ میں تو آپ سے کسی کی بھی ملاقات نہیں ہو سکتی اس لئے نہ ہی خود امام غائب فقہ جعفری کو بلا واسطہ نافذ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی نائب امام تک ان کا حکم پہنچنے کا کوئی یقینی ذریعہ ہے۔ حالانکہ شیعہ مذہب میں اسلامی قانون یا خود امام معصوم نافذ کر سکتا ہے۔ یا ان کے حکم سے ان کا نائب۔ لہٰذا شیعہ مذہب کے اصول پر شیعہ قوم کا یہ مطالبہ ہی بالکل بے بنیاد ہے۔

انگریزی دور اقتدار سے پہلے تقریباً ۸۰۰ سال تک متحدہ ہندوستان میں فقہ حنفی کا قانون رہا ہے اور اب پاکستان میں بھی بطور پبلک لاء کے (خلافت راشدہ پر مبنی) فقہ حنفی کا نفاذ ہی صحیح اور حق ہے اس لئے مدنی جامع مسجد چکوال میں سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع صدر مملکت کے حسب ذیل سابقہ بیان کی بھرپور تائید کرتا ہے۔ کہ "چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے پاکستان میں صرف فقہ حنفی کا نفاذ ہوگا اور ملک میں ہر فرقہ کے لئے علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں" (بحوالہ نوائے وقت لاہور ۱۶ فروری ۱۹۷۹ء)

سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کی پاکستان شیعہ کنونشن بھکر میں شیعہ مقررین کی دلآزار اور اشتعال انگیز تقریروں کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے۔ اور سنی علماء و مشائخ بھکر کی حسب ذیل قرارداد کی پرزور تائید کرتا ہے کہ یہ اجلاس آل پاکستان شیعہ کنونشن میں ہونے والی دلآزار اور فتنہ انگیز تقاریر اور نعرہ بازی کی مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کنونشن کے منتظمین اور گستاخ مقررین کو عبرتناک سزا دی جائے۔ فقہ جعفری کے نام پر جو ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ اس نے ان لوگوں کے خطرناک عزائم

کو بے نقاب کر دیا ہے۔ مقرّرین نے نفاذ فقہ جعفریہ کے مطالبہ کے نام پر فقہ حنفی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سخت توہین کی۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف رسوا زبان استعمال کی گئی۔ یہاں تک کہ فخرالانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ مقرّرین نے فساد کی آگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی۔ اس کنونیشن نے اس علاقہ میں جو اثرات چھوڑے ہیں ان کے پیش نظر اگر ان لوگوں کے خلاف کارروائی نہ کی گئی اور انہیں اس سنگین جرم کی سزا نہ دی گئی تو اس سے فتنہ پرور لوگوں کے حوصلے بلند ہوں گے جن کے نتائج خطرناک برآمد ہو سکتے ہیں۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۷ ؍اپریل ۱۹۷۹ء)

قاضی مظہر حسین امیر تحریک خدام اہل سنّت
پاکستان ۔ چکوال

نفقہ حنفی اور غیر منصفانہ بیانات تنظیم اتحاد المسلمین کے زیر اہتمام کئی انجمنوں کے اجلاس میں یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

ملّت اسلامیہ کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس میں اب اتحاد و اپنائیت کا جذبہ ختم ہو گیا ہے۔ اور صرف اپنی تنظیمی قوت کے بل بوتے پر جارحانہ جذبات کا اظہار ہی مایۂ فخر رہ گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف حضرات کیطرف سے پاکستان کی اکثریت کے قانون (فقہ حنفی) کے نفاذ پر مسلسل مخالفانہ تبصرے کئے جا رہے ہیں اور فقہ جعفری کے نفاذ کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے، حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک ملک میں دو متضاد قانون نافذ نہیں ہو سکتے شیعہ حضرات کے ان غیر منصفانہ مطالبات کے جواب میں حنفی اہل سنّت علماء نے بھی بیانات شائع کرائے ہیں، ان ہی میں اہلسنت کے مشہور عالم و محقق علامہ ابوالحسن حجازی کا نہایت صلح کن قسم کا پیغام تھا۔ مگر جناب تاثیر نقوی اس پر بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکے۔ تاثیر صاحب کو علامہ صاحب کی یہ بات تسلیم ہے کہ سب سے بڑی شیعہ یونیورسٹی جامعہ نجف میں حنفی فقہ پڑھائی جاتی ہے۔ مگر وہ اس سے کوئی اتحاد کا سبق لینے کی بجائے فرماتے ہیں کہ سنّی مذہب کی تردید کیلئے یہ سنّی فقہ پڑھائی جاتی ہے۔ تاثیر صاحب خود سوچیں کہ اگر صورت وہی ہے جیسا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں تو پھر سنّی حضرات کو آپ کے قریب آنا چاہیئے یا انہیں بھی آپکی فقہ کی تردید کرنی چاہیئے۔؟

مزید فرماتے ہیں کہ ایران ہمیشہ سے شیعہ اسٹیٹ ہے لہٰذا اب اسلامی انقلاب کے بعد بھی اسے شیعہ سٹیٹ ہی رہنا چاہیئے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تاریخ کا مطالعہ نہ کر سکے، ورنہ معلوم ہوتا کہ فاروق اعظمؓ کے دور میں ایران فتح ہونے سے کئی سو سال بعد قائم ہونے والی صفوی حکومت سے پہلے تک تمام حکومتیں سنّی تھیں۔ صفوی انقلاب کے ذریعے پہلی شیعہ اثنا عشری حکومت قائم ہوئی اور تب سے رضا شاہ پہلوی حکومت تک

بجز اور مسلسل جدوجہد کے ذریعہ سُنّی اکثریت کو ختم کرنے اور دبانے کا سلسلہ جاری رہا، اس کے باوجود آج بھی ایران میں چالیس فیصد سے زائد سُنّی ہیں اور آذر بائیجان کے ترک، کردستان اور بلوچستان کی عظیم اکثریت حنفی اہلسنت ہے۔ اب آیت اللہ خمینی وہاں اسلامی انقلاب لائے ہیں جس میں سنیوں نے شیعوں کے شانہ بشانہ جدوجہد کی اور شہنشاہ کی ظالمانہ حکومت ختم کر دی گئی ـــــ لہٰذا اب بعض پاکستانی شیعوں کے اصول کے مطابق انہیں وہاں کا سرکاری مذہب اسلام مقرر کرنا چاہئے تھا نہ کہ شیعہ مذہب۔ اس لئے کہ ان کی اور ایرانی سُنّیوں کی جدوجہد اسلام کے لئے تھی نہ کہ شیعہ اسٹیٹ بنانے کیلئے۔؟

بعض دوستوں کی تاریخی مطالعہ کی کمزوری اس سے بھی ظاہر ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ برصغیر کی تمام مسلم حکومتوں کا قانون ہمیشہ فقہ حنفی پر مبنی رہا ہے اور جسطرح علامہ خمینی نے ایران میں اسلامی انقلاب برپا کیا۔ اسی طرح پاکستان بنا کر یہاں کی ملت اسلامیہ نے اسلامی انقلاب برپا کیا، لہٰذا برصغیر کے تاریخی تسلسل اور یہاں کی نوے فیصد سے زیادہ اکثریت کی تمناؤں کے مطابق فقہ حنفی کا رواج بالکل درست ہے۔

منیر حسین ناظم اتحاد المسلمین کراچی

ووٹ کا لالچ اور سُنّی مفادات سے دشمنی مختلف اخبارات میں سیاسی قائدین کے بیانات پڑھے جن میں انہوں نے اہل تشیع حضرات کے مطالبات کی حمایت کرتے ہوئے انہیں تسلی دی اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کے لئے انہیں یقین دہانی کرائی۔

محترم! انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ خدا جانے ان کے بیانات یقیناً نیک نیتی پر مبنی ہوں گے۔ مگر ظاہراً سوادِ اعظم (اہل سنت) کے ذمہ دار افراد اور جماعتوں کو ان کے ان بیانات سے بہت دکھ ہوا ہے۔ اس لئے کہ ان کے یہ بیان اہل سنت کے نزدیک صرف ووٹوں کے حصول کی خاطر مسلمانانِ اہلِ سنت کے مفادات کو گزند پہنچانا ہے اور حالات اور پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر بغیر تحقیق شیعہ کے لئے فقہ جعفریہ کا نفاذ اور انکے ناروا مطالبات کی حمایت کرنا ہے۔

جناب عالی! آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ہر فقہ کے پرسنل لاء ہر دور میں محفوظ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انگریز کے دور میں بھی نکاح و طلاق و میراث جیسے معاملات میں ہر فقہ کے مذہبی اعتقادات کو تحفظ حاصل تھا، البتہ فوجداری (پبلک لاء) ہمیشہ ہر مملکت میں ایک ہی رہے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گا کہ ایک وقت میں دو قانون بطور پبلک لاء موجود ہوں۔ اور اس وقت اہل تشیع کا مطالبہ پبلک لاء سے متعلق ہے۔ اس لئے کہ پرسنل لاء کا معاملہ تو پہلے ہی سے طے شدہ ہے۔

جناب عالی! چوروں، زانیوں اور شرابیوں نے اسلامی تعزیرات سے محفوظ رہنے کے لئے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ ایک زانی زنا کرنے کے بعد اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کریگا، کہ میں نے برضا و رغبت متعہ شریف کیا ہے، زنا نہیں کیا۔ چونکہ فقہ جعفریہ میں جائز ہے۔ اس لئے مجھ پر سنگسار کرنے کی حد جاری نہیں ہوسکتی۔ اور شیعہ بننے کیلئے کوئی اسے روک نہیں سکتا، ہر شخص کو مذہبی آزادی ہے، کسی وقت بھی کوئی مذہب قبول کرسکتا ہے۔ اسی طرح سے چور چوری کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کی بجائے انگلیاں کٹوانے کو بہتر سمجھے گا۔ اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرے گا۔

محترم! کوئی بھی گھبرائے نہیں، صدق دل سے ذرا سوچیں۔ آخر ہم سب نے خدا کو جواب دینا ہے، دوٹوں سے دنیا بنے یا نہ بنے۔ کرسی ملے یا نہ ملے۔ اور وہ بھی یقینی نہیں۔ مگر آخرت کو خراب کر بیٹھیں گے۔ اور یہ بات بھی نظرانداز نہیں کرسکتے کہ سوادِ اعظم اہل سنّت میں اُن کے اس بیان کے خلاف جو نفرت پھیل رہی ہے۔ یقیناً جب یہ کشیدگی بڑھے گی۔ تو اہل سنّت کے گنہگار مسلمان بھی انشاء اللہ غیرتِ ایمانی سے بھرپور ہوکر شیعیت نواز ابن الوقت سنّی مفادات کا سودا کرنے والوں کو ہرگز دوٹ نہیں دیں گے۔

مکرمی! کیا سیاسی قائدین سوادِ اعظم اہل سنّت کو بھی یہ یقین دہانی کراسکتے ہیں۔ کہ عزاداری کے نام پر ماتمی جلوس اہلسنت کے گھروں، مسجدوں اور خالصاً سنّی آبادیوں میں نہیں گھسیں گے۔ اور سوادِ اعظم کے مذہبی اعتقادات کو مجروح نہیں کریں گے۔ تاکہ ملک میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو۔ کیونکہ ماتمی جلوس اہلِ سنّت مذہب کے نہ صرف خلاف ہیں بلکہ وہ انہیں حرام سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ بذریعہ پریس ہمارے اس دیرینہ مطالبہ کی حمایت کریں گے کہ مذہب کے نام پر تمام جلوسوں پر پابندی ہوگی۔ اور ہر فرقہ کو اپنی اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں مکمل مذہبی رسوم کی آزادی ہوگی۔ ان جلوسوں کا ہمارے دروازوں پر آنا، اشتعال انگیزی اور اہل سنّت کے مذہب میں مداخلت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ تمام صاحبِ بصیرت، صاحبِ انصاف اور خوفِ خدا رکھنے والے مسلمان ہماری ان معروضات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں گے، اور ردّ عمل کا اظہار کریں گے۔ فقط والسلام

انجمن محبّانِ صحابہؓ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

شیعہ آبادی اور بی۔بی سی کی شر انگیزی آج ۲ر اپریل ۷۹ ۱۹ء صبح کی بی۔بی سی (لندن) کی اردو نشریات میں بی۔بی۔سی نے میرے احتجاجی بیان (کہ پاکستان میں شیعہ آبادی کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے) کے جواب میں کہا ہے کہ شیعہ آبادی کے اعداد و شمار ادارہ کو پاکستان سے موصول ہوئے ہیں اور یہ ادارہ کی رائے یا کسی ایک طرف کی ترجمانی ہرگز نہیں ہے۔"

بی۔بی سی نے یہ مبہم جواب دیکر بلاشبہ اپنی عالمی ساکھ کو بچانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت

ہے کہ "حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا" ــــ اگر کوئی ادارہ اپنی نشریات میں کسی چیز کو دگنا یا تگنا کرکے پیش کرے تو اسکو اطلاعات کی کمزوری یا غلط فہمی کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن بیس لاکھ کو ڈھائی کروڑ کہنا یہ یقیناً کسی خاص تحریک یا منصوبہ کا حصّہ ہے ــــ مثال کے طور پر اگر اہل سنّت مسلمان (جو پاکستان میں شیعہ آبادی کا تقریباً پچاس گنا ہیں) اپنی آبادی (۴ٖ/۱ ۶ کروڑ × ۵۰) سوا ارب کہیں تو کیا بی ۔ بی ۔ سی اسکو نشر کریگا ۔ اور اگر وہ ایسی حرکت کریگا تو دنیا کے تمام لوگ نہ صرف اس کو غلط کہیں گے بلکہ بی ۔ بی ۔ سی کی خبریں سننے کو بھی حماقت تصوّر کریں گے ۔

ہمیں امید ہے کہ اب جبکہ بات یہاں تک بڑھ چکی ہے ، بی ۔ بی ۔ سی اس سلسلے میں اپنے معتمد اسٹاف کے ذریعہ معلوم کرکے شیعہ اور سُنّی آبادی کے صحیح اعداد و شمار اپنی نشریات میں پیش کرے ۔ ورنہ بصورت دیگر ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ بی ۔ بی ۔ سی کسی خاص منصوبے کے تحت ایسی خبریں نشر کر رہا ہے ۔

سیّد محمد یوسف کاغانوی ۔ دوہاڑ ۔ کاغان
صدر تنظیم تحفظِ ناموس صحابہ کرامؓ ۔ پاکستان

نفقہ جعفریہ کا مطالبہ یا اسلامی نظام میں رکاوٹ نفقہ جعفریہ کا مطالبہ کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا کے کسی ملک میں آج تک فقہ جعفریہ کے نفاذ کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور بقول ان کے خود ایران میں بھی صفوی حکومتوں کے قیام کے بعد بھی وہاں شہنشاہیت قائم ہوئی اور اب تک ایران میں شہنشاہیت کے تحت بننے والے قانون ہی نافذ ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ شیعہ مذہب کے مطابق فقہ جعفریہ کا نفاذ امام غائب (مہدی علیہ السلام) کے ظاہر ہونے کے بعد ہوگا ۔ انہوں نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ اسوقت ایران میں جناب آیت اللہ خمینی صاحب کو قانون بنانے میں سخت دشواری کا سامنا ہے اور اسی لئے وہ قانون بنانے میں عوامی سہارا لینے پر مجبور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آئندہ ماہ ایران میں ریفرنڈم کرانے کا اعلان کیا ہے ۔ اگر آیت اللہ خمینی صاحب فقہ جعفریہ کو نافذ العمل سمجھتے تو وہ ریفرنڈم کرانے پر مجبور نہ ہوتے ۔ لہذا فقہ جعفریہ کے مطابق قانون بنانا جب خود شیعہ اسٹیٹ ایران میں بھی ممکن نہیں تو پھر یہاں شیعہ حضرات جو مٹھی بھر اقلیت ہیں ، فقہ جعفریہ کا مطالبہ کرکے اسلامی نظام میں رکاوٹ کیوں پیدا کر رہے ہیں ۔

مولانا محمد یوسف کاغانوی ۔ دوہاڑ ۔ کاغان
صدر تنظیم تحفظِ ناموس صحابہ کرامؓ ۔ پاکستان

جداگانہ فقہی قوانین کا نفاذ تباہ کن ثابت ہوگا فقہ جعفریہ کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت کی جانب سے شائع ہونے والے پریس نوٹ پر جماعت حنفی کی جانب سے شدید ردّعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ عرصہ سے ملک

میں شیعہ حضرات کی جانب سے مطالبات کی شدید مہم جاری ہے ۔ اور اہل سنّت حلقوں کیطرف سے محض ملکی مفاد اور قومی یکجہتی کی وجہ سے مخالفانہ محاذ آرائی سے گریز کیا جارہا ہے جسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ملک کی عظیم اکثریت اسکو قبول کرنے کو تیار ہو سکتی ہے اور اس کے خلاف جو بعض بیانات کو اخبارات اپنی مفاد پرستی کے باعث ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں، وہ اخبارات بھی سُنّی جذبات کو روک کر اپنے فرضِ منصبی اور قومی ذمہ داریوں کے خلاف کر رہے ہیں۔

اسی طرح بعض سیاسی رہنما جو محض سیاسی مصالح اور کرسی اقتدار کی ہوس میں شیعہ مطالبات یا فقہ جعفریہ کے نفاذ وغیرہ کے حق میں تائیدی بیان دیتے ہیں، وہ قوم کی نمائندگی نہیں کرتے ۔ اگر ریفرنڈم کرایا جائے تو قوم ایسے رہنماؤں اور پارٹیوں کو مسترد کر دے گی اور انشاء اللہ عام انتخابات میں یہ بات بھی سامنے آئے گی کہ یہ لوگ کس کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بہر حال اگر پاکستان میں کسی دباؤ یا تاثر کی بنیاد پر ملکی قوانین اسلامی میں اہل سنّت حنفی قوانین کے علاوہ کسی دیگر فقہ کی آمیزش یا جدا جدا فقہی قوانین کے نفاذ کا اصول تسلیم کیا گیا تو یہ اقدام انتہائی تباہ کن ثابت ہوگا۔ اور اس خلفشار پر قابو پانا مشکل ہوگا۔

اس لئے جناب صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سے ہماری درخواست ہے کہ ملک کی عظیم اکثریت اہل سنّت کے اصولی جمہوری استحقاق کے خلاف کسی اقلیت کے مذہبی مطالبہ کو تسلیم کرنے سے پیشتر علمائے اہل سنّت کو اپنا موقف پیش کرنے اور وضاحت کرنے کا موقع دیا جائے اور جلد بازی میں ایسے اہم اور بنیادی اقدام سے گریز کیا جائے جو ملک و ملت کے مفاد کے منافی ہو۔

پاکستان جماعت حنفی اہلِ سنّت ۔ کراچی

ی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب قدس سرہٗ کے علمی اور عملی کمالات و افادات پر مشتمل

البلاغ کا

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نمبر

انشاء اللہ ماہ رجب میں منظرِ عام پر آرہا ہے

نمبر اس صدی کے اس عظیم دینی مذاق کی دلکش تصویر ہوگا جسے

بر علماء دیوبند نے اپنے خون اور پسینے سے پروان چڑھایا ہے

چند لکھنے والے

الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہم۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب عارفی مدظلہم۔

ت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہم۔

ت مولانا محمد اشرف خان صاحب (پشاور یونیورسٹی) حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب (دہلی)۔

ن مولانا عبدالقدوس قاسمی (پشاور یونیورسٹی)۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب۔

ن مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر۔ جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس)۔

ب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی۔ حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب

ب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب۔ حضرت مولانا سبحان محمود صاحب حضرت مولانا شمس الحق صاحب

ت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (مدینہ منورہ)

ت مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

ت مولانا محمد ہارون صاحب پٹیہ (بنگلہ دیش)۔ جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب

ا قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے اور دیگر بہت سے اہلِ علم و قلم

اس کے علاوہ

ت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی مہتمم دار العلوم کراچی اور مدیر البلاغ کے متعدد تازہ مبسوط

مقالے جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں۔

ن مجلد: ۵۰ روپے — خریداروں سے: نصف قیمت — بکس بورڈ کے ساتھ: ۷۰ روپے

ایجنٹ حضرات کو: ۲۰ فی صد کمیشن اور ۲۵ نسخوں پر ۲۵ فی صد کمیشن

مولانا محمد الحسنی . ایڈیٹر البعث الاسلامی لکھنؤ

پروگریسو

حقیقت پسند کون ہے؟

دنیا میں ایک گروہ ہے جو اپنے آپ کو پروگریسو (RROGRESSIVE) کہتا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ
سب سے زیادہ حقیقت پسند (REALIST) ہے۔ حقیقت (FACT) کا لفظ اس کے نوک زبان رہتا ہے اور ا
اس پر بڑا ناز ہے کچھ سیدھے سادے لوگ اس سے مرعوب بھی ہیں۔ یہ گروپ صرف دہلی، بمبئی، کیرالا یا لاہور و کراچی ملا
نہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ہر جگہ پایا جاتا ہے اور عرب ممالک میں بھی اس کا بہت زور ہے۔

ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس کی اس "حقیقت پسندی" کا جغرافیہ اور حدود اربعہ کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے
سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کیا ہے؟ اگر دنیا والوں سے عام
پر یہ سوال کیا جائے کہ اس دنیا میں سب سے بڑا (FACT) کیا ہے جس سے انکار کسی کو بھی ممکن نہیں تو ان کا جواب
ایک ہوگا۔ موت! سورج چاند بھی یقیناً نظر آتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی انسانوں نے ہمیشہ اختلاف کیا ہے۔ ز
متعلق بہت اختلافات رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ انسان نے خود اپنے وجود تک کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے
ایک پورا مکتب خیال ہے جو اپنے وجود کا منکر رہا۔ اس کو فلسفہ کی زبان میں لاادری اور متشکک (OSTICS)
وغیرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ایک حقیقت ایسی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ
موت کا واقع ہونا۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان ترقی پسندوں سے زیادہ حقیقت سے منہ چرانے والا او
بچلنے والا شاید کوئی اور نہیں۔ یہ لوگ سب سے زیادہ موت کے تذکرہ سے چڑتے ہیں۔ چنانچہ ان کے لٹریچر
ہر چیز کا ذکر مل جائے گا لیکن اس سب سے بڑے FACT کا نہیں ملے گا۔ یہ دانشور شتر مرغ کی طرح ریت
منہ چھپا کر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے موت سے نجات حاصل کر لی۔ اس کی ترکیب انہوں نے یہ نکالی کہ دنیا کی چھو
چھوٹی حقیقتوں پر اس قدر زور دینا شروع کیا کہ اصل حقیقت پر غور کرنے کی فرصت ہی کسی کو نہ ملے۔ روز

مکان، روزگار یہ وہ حقیقتیں ہیں جو اس سے سب سے بڑی حقیقت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی سے صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ان دشمنانِ عقل کا سب سے بڑا قومی جرم یہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں انسانوں کو فریب میں رکھا اور حقیقت پسندی کے نام پر ان کو حقیقت سے اتنا دور کر دیا کہ آج یہ صدا ان کے کانوں کے لئے نامانوس ہوگئی ہے۔ روس و چین کے بدنصیبوں کو چھوڑیئے ان کی تو دنیا بھی گئی اور عقبیٰ بھی۔ خود عالمِ اسلام میں ان دوست نما دشمنوں نے ایک ایسی سوسائٹی پیدا کر دی جو عالم خیال میں یا عالم انتظار میں زندگی گزار رہی ہے۔ فریب نظر کا شکار ہے حقیقت پسندی اور سچائی اس کو دور کا واسطہ نہیں، جو سب سے زیادہ کم عقل ہے اور اپنے کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھ رہی ہے۔ جہل مرکب میں مبتلا ہے۔ دو روٹی کی بات اس کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ لیکن موت کی حقیقت سمجھنا سمجھانا تو درکنار اس حقیقت کا اعلان بھی اس کو سخت ناگوار اور بارِ خاطر ہوتا ہے۔

بعض بادشاہوں، نوابوں اور بڑے جاگیرداروں کے متعلق سنا ہے کہ ان کے یہاں اس کی باقاعدہ ہدایت ہوا کرتی تھی کہ ان کی مجلس میں موت کا نام بھول کر بھی نہ آئے۔ یہاں تک کہ جو واعظ یا قاری کبھی مجلس میں بلائے جاتے ان کو اس کی ہدایت کی جاتی کہ وہ اس کا خیال رکھیں۔ چنانچہ وہ ہر بات کہتے لیکن یہاں آکر طرح دے جاتے۔ مصاحب بھی دل سے چاہتے تھے کہ بادشاہ سلامت یا نواب صاحب کے کان موت کے تذکرہ سے ناآشنا ہی رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ حقیقت ان کے دل میں اتر جائے اور یہ ساری رنگینیاں اور آزادیاں یک قلم موقوف ہو جائیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ ایک حقیقت پسند اور نڈر عالم نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی پوری تقریر موت ہی پر کی اور بادشاہ کے یہ سن کر کان کھل گئے۔ کہ وہ اب تک اتنی بڑی حقیقت سے غافل تھا چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہوا اور نئی زندگی اختیار کی۔

جاگیرداری کا یہ پرانا فرسودہ اور احمقانہ روایتی نظام اب اشتراکیت اور "ترقی پسندی" کے دم قدم سے زندہ ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہے۔ شخصی نظام میں کسی کے دل پر یہ بات اثر کرتی تھی۔ تو اس کے حدودِ اختیار اور دائرۂ سلطنت کی حد تک دنیا بدل جاتی تھی۔ پارٹی سسٹم اور اشتراکی آمریت میں اس طرح کی گنجائش بھی نہیں رہی۔ ان لوگوں نے پوری دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ترقی پسند (PROGRESSIVE) اور رجعت پسند (REACTIONARY) سرمایہ دار (CAPITALIST) اور محنت کش (WORKERS) یہ تقسیم انہوں نے اس مقصد کے لئے قائم کی تاکہ کسی تیسرے خیال کو دراندازی کا موقع نہ مل سکے۔ ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ لوگ سب کچھ ہو سکتے ہیں، حقیقت پسند ہرحال نہیں ہو سکتے۔ ان کو چاہئے کہ پہلے موت کے خلاف ایجی ٹیشن کریں، محنت کش عوام کو موت کے خلاف متحد (MOBILIZE) کریں جو دبے پاؤں چلی آتی ہے۔ پہلے موت

کو موت سے ہم کنار کریں اس کے بعد یہ دعویٰ ان کے لئے زیب دے گا کہ وہ واقعی حقیقت پسند ہیں۔
حقیقت پسند تو وہ ہیں جو اس FACT سے کسی وقت غافل نہیں۔ جو سب سے پہلے اس کی فکر کرتے ہیں اس کے بعد روٹی کپڑے مکان اور دکان کی۔
ان ترقی پسندوں نے تو مزدوروں سے روٹی بھی چھینی اور آخرت بھی۔ کتنے مزدور موت کے منہ میں چلے گئے اور ان کو کمیونسٹوں کی خیالی جنت کی خیالی امیدوں کے سوا کچھ اور نہ ملا۔ آج وہ لوگ جو فیشن اور ترقی پسندی کے ولولہ اور شوق میں اپنی زندگی سے جوا کھیل رہے ہیں۔ اپنا ابدی مستقبل تاراج کر رہے ہیں۔ اس سب سے بڑی حقیقت سے منہ موڑ رہے ہیں جس سے نہ ماسکو میں مفر ہے نہ تاشقند میں، نہ صفدر جنگ کے اسپتال میں۔
جو آذر بائیجان اور ازبکستان میں زور لگا لگا کر ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ عمریں ۷۰، ۷۰ کے بجائے ۸۰، ۹۰ تک پہنچ جائیں لیکن یہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ موت ہی سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے اور اس دنیا کی فکر کی جائے جہاں سب کو جانا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ جس کے مقابلہ میں پوری دنیا کی عمر ایک ساعت سے زیادہ نہیں ان کو کبھی فرصت کے وقت کبھی رات کو سونے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اس طرح حقیقت سے آنکھیں بچا رہے ہیں۔ بامردانگی کے ساتھ اس کا سامنا کرنے پر تیار رہیں اور اس کو شیریں بنانے کا ذریعہ بھی جانتے ہیں قرآن مجید نے موت کو FACT کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واعبد ربك حتى ياتيك اليقين	خدا کی عبادت کرتے رہو اس وقت تک کہ یقینی چیز (موت) تمہارے سامنے آجائے۔

دوسری جگہ آتا ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى المأوى	جو اللہ کے سامنے حاضری اور جواب دہی سے ڈرتا رہا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت عقلمند اور ہوشیار وہ ہے جو اپنی زندگی کا حساب کرے اور موت کے بعد کی تیاری کرے۔
یہ وہ چیلنج ہے جو قرآن مجید دنیا کے ان تمام انسانوں کو دیتا ہے۔ جو خدا کی ہدایت، خدا کی کتاب اور نبوت کی روشنی سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں، ہماری دعوت اور درخواست ہے کہ وہ صحیح معنوں میں حقیقت پسند بننے کی کوشش کریں اور اس کی رٹ لگانے کے بجائے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور بھی کریں۔

مولانا محمد ولی رحمانی (ایم ایل سی)
جنرل سیکریٹری مدارس اسلامیہ کانسل
استاد جامعہ رحمانی مونگیر بہار۔ بھارت

ڈاکٹر عبد الحلیم محمودؒ

سابق شیخ الازہر ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۱۰ء ۔۔۔۔۔ ۱۹۷۸ء

زندگی کے مرحلے

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کا سورج سر اٹھا رہا تھا، زندگی عام دنوں کی طرح اپنے کام میں لگی تھی، کسی کو احساس بھی نہ تھا کہ ابھرتے سورج کے ساتھ آج کتنی بڑی شخصیت اٹھ گئی۔ شیخ الازہر کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ بڑی خصوصیتوں کے مالک تھے، قدرت نے انہیں بڑا صالح دل، مضبوط دماغ اور دوررس نگاہیں دی تھیں، علم نے فکر کو پختگی دی تھی، عزم نے جرأت اور استقامت کی راہ پر چلایا تھا۔ تصوف کے فطری ذوق نے ان کے وجود میں عظمت اور وقار کا اضافہ کر دیا تھا، وسیع تجربہ اور گہرے مشاہدہ نے ان کی شخصیت میں رچاؤ، گفتگو میں ٹھہراؤ اور فیصلوں میں بے حد توازن پیدا کر دیا تھا، عبد الحلیم محمودؒ سے لیکر شیخ الازہر تک کا سفر طے کرتے ہوتے وہ کندن بن گئے تھے اور مجموعی طور پر ان کی شخصیت اتنی جاذب اور مؤثر بن چکی تھی کہ ازہر کی مشیخت کو وہ زیب بخشنے لگے تھے۔

شیخ الازہر کی زندگی کا سفر ایک گاؤں غیتہ سے شروع ہوا اور دنیا کے مشہور شہر قاہرہ پر ختم ہوا، یہ پورا سفر ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک پھیلا ہوا ہے، اڑسٹھ سال کی یہ زندگی، مختلف مرحلوں سے گذری، اس زمانہ کے رواج کے مطابق ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، حافظِ قرآن بنے۔ "جامع ازہر" اس وقت مصر ہی نہیں عالم اسلام کا قبلۂ علم تھا، جہاں طلب علم کے ذوق میں دور ملکوں سے اچھے طلبہ پہنچتے تھے، شیخ الازہر ڈاکٹر عبد الحلیم محمودؒ عمر کی اس منزل میں حصول علم کے جذبہ سے سرشار قاہرہ آ گئے اور جامع ازہر میں داخلہ لیا، ۱۹۳۲ء میں الازہر نے انہیں "عالم" کی سند دی وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے ازہر کو خیرباد کہا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس کا انتخاب کیا، یہ بیسویں صدی عیسوی کی چوتھی دہائی کی بات ہے۔ اس زمانہ سے بہت پہلے علم و عقل کا مرکز مغربی ممالک قرار پا چکے تھے، صنعتی ترقی نے ان ممالک کو اور بھی ممتاز مقام دیدیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ علوم اور تحقیقات کے کسی اہم مرکز میں راہ علم کا سفر طے کیا جائے، فرانس سے مصر کی علمی تعلقات کی تاریخ پرانی تھی، فرانس میں عرب طالب علموں کی آمد و رفت بھی بہت زیادہ تھی، اور خود فرانسیسی حضرات عربوں اور خاص طور

پر مصر کی طرف زیادہ متوجہ تھے، جو علمی اعتبار سے عالم اسلام کا سربراہ تھا، اس لئے اس لئے طبعی طور پر مصر کا کوئی بھی باحوصلہ طالب علم مغربی ممالک میں سلسلۂ تعلیم جاری کرنا چاہتا تھا، تو اس کے سامنے پہلا نام فرانس کا آتا، ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ نے بھی اسی فرانس کا انتخاب کیا جو مصری کاروان طلب علم کی سب سے بڑی منزل تھا، فرانس پہنچ کر انہوں نے تقابل مذاہب، علم النفس اور علم الاجتماع کا وسیع مطالعہ کیا، ایم، اے کی ڈگری حاصل کی، اور تعلیم تصوف کی ایک شاخ سلسلہ شاذلیہ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، آپ کا یہ علمی سفر ۱۹۴۰ء میں پورا ہوا، مصر واپس ہوئے اور عربی زبان وادب کی تعلیم گاہ میں نفسیات کے لیکچرر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا، انہیں علم وفن کے مختلف گوشوں سے دلچسپی تھی، انہیں اسلامیات سے گہری دلچسپی اور تصوف سے طبعی لگاؤ تھا، انہوں نے فلسفہ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا، دس برسوں تک نفسیات کے استاد رہنے کے بعد آپ الازہر کے شریعت کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے، یہاں آپ کا موضوع فلسفہ اسلامی تھا، پھر ۱۹۶۴ء میں شریعت کالج کے ریکٹر بنائے گئے، یہ پورا عرصہ مطالعہ اور تحقیق میں گذرا، متعدد اہم کتابیں تصنیف کیں، اسوقت تک آپ کی تصانیف عالم عرب میں پھیل چکی تھیں، اور آپ کا علمی وقار قائم ہوچکا تھا، ۱۹۶۴ء میں الازہر کے مشہور شعبہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا، جسکی حیثیت عملاً مستقل ادارہ کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اس کے رکن منتخب ہوئے، اس شعبہ کے ذریعہ آپ نے فقہ اسلامی کی گرانقدر خدمات انجام دیں، اسکی کانفرنسوں میں آپ کے قیمتی معلوماتی اور عالمانہ مقالات نے گہرا اثر چھوڑا علم قدیم پر ان کی مضبوط گرفت جدید پر گہری نگاہ، مطالعہ کی وسعت، مشاہدہ کی قوت اور استنباط واستدلال کے انداز نے اہل علم کے ذہنوں کو متاثر کیا، مجمع البحوث الاسلامیہ کی پہلی کانفرنس میں اجتہاد کے موضوع پر ان کی گفتگو نہ بھولنے والی ہے، اور اجتہاد کی تعریف میں ان کا یہ جملہ نہ صرف فقہ اسلامی پر ان کی وسیع نظر کا اظہار کرتا ہے، بلکہ فکر لطیف کو انداز بلیغ میں پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیت اور قدرت کا پتہ دیتا ہے:

الاجتهاد کشف ولیس اختراعاً واتباع ولیس ابتداعاً بمعنی ان الاساس فیه هو کشف ماکان علیه الرسول صلی الله علیه وسلم وما تعینه النصوص الدینیه وارجاع الحوادث الجزئیه الجدیدة الی قاعدة من قواعد الدین الثابتة فلاجدید ولاتجدید ولیس هناك ما یمکن ان یسمی رایا شخصیا فی الدین لایسند الی دلیل من الکتاب والسنة۔

اجتہاد طے شدہ اصولوں کی روشنی میں جدید حالات اور مسائل کے شرعی احکام کا انکشاف ہے کسی نئے اصول کا اختراع نہیں ہے۔ یہ سابق کی اتباع ہے، کوئی ایجاد نہیں، یعنی اجتہاد کا بنیادی رکن دینی نصوص

کی روشنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی تحقیق اور نئی پیش آمدہ جزئیات کا حکم دین کے ثابت شدہ اصول کی روشنی میں معلوم کرنا ہے۔ اس لئے نہ یہاں کوئی غیر مستند رائے ہے، اور نہ کسی نئے اصول کی وضع اور اختراع، اور اسی وجہ سے یہاں کسی ایسی شخصی رائے کی گنجائش نہیں ہے جسکی بنیاد کتاب و سنّت نہ ہو۔

کچھ عرصہ بعد آپ اس شعبہ کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے، اس شعبہ کے ذریعہ پوری دنیا کے اہل علم اور خاص کر علماء دین سے آپکا گہرا رابطہ قائم ہوا، اور ہر شخص کے دل نے ان کے علم کا اعتراف کیا، مجمع البحوث الاسلامیہ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے آپ نے علمی کارناموں کے علاوہ بہترین انتظامی صلاحیت کا ثبوت دیا۔ ۱۹۷۰ء میں آپ وکیل الازہر کے عہدہ پر فائز ہوئے، یہ عہدہ بڑا اہم اور کام کے لحاظ سے نازک ہوتا ہے، وکیل الازہر حکومت مصر اور جامع ازہر کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے اور دونوں کے تعلقات کے استوار رکھنے کی ذمہ داری اسے ہی انجام دینا پڑتی ہے۔ ڈاکٹر عبد الحلیم محمود نے اس ذمہ داری کو بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دیا، ایک سال بعد ہی حکومت مصر نے آپ کو جامع ازہر اور شئون اسلامیہ کا وزیر مقرر کیا، الازہر کی جہاں اور بہت سی خصوصیات ہیں پوری دنیا کی تعلیم گاہوں میں اس کا ایک امتیاز بھی ہے کہ وزارت میں اس کا مستقل شعبہ ہوتا ہے، جس کے ایک مستقل وزیر ہوتے ہیں۔ الازہر کی حکومت میں اس خصوصیت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس اہم درسگاہ کے ذریعہ مصر کو عالم اسلام کی کم از کم علمی اور فکری سربراہی حاصل ہے، اور اس درسگاہ کی شاندار تعلیمی روایات اور طویل تر خدمات کے نتیجہ میں اہل علم کی نگاہیں اسطرف احترام اور عقیدت کے ساتھ اٹھتی ہیں، مختلف مسلم ممالک کے دینی قائدین، سیاسی جماعتوں کے سربراہ، حکومت کے ذمہ دار اور مختلف شعبوں میں کام کرنیوالے اونچے افسر اسی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں اور الازہر کیلئے ان کے دلمیں بڑی گہری محبت پائی جاتی ہے، دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مصر کی زمینوں کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ الازہر میں وقف رہا ہے، ان دونوں خصوصیتوں کی وجہ سے شعبہ ازہر کا وزیر نہ صرف عالم عرب بلکہ ایک حد تک عالم اسلام سے رابطہ کا بہترین ذریعہ رہا ہے اور داخلی طور پر زمین کے ایک بہت بڑے حلقہ کے امور اسکی نگرانی میں انجام پاتے ہیں، اس لئے ازہر کے شعبہ کے مستقل وزیر ہوتے ہیں، جنکی بڑی اہمیت ہے۔

ڈاکٹر عبد الحلیم محمود نے اس ذمہ داری کو بڑے پُر وقار طور پر انجام دیا۔ اس زمانہ میں الازہر کی علمی ساکھ بہت کمزور ہو چکی تھی، غیر ملکی طلباء کی تعداد ازہر میں برابر کم ہوتی جا رہی تھی، طلباء دوسری تعلیم گاہوں کا رُخ کر رہے تھے۔ الازہر کی مرکزیت اور اسکی عظیم تاریخی روایت کا تقاضہ تھا کہ خون تازہ سے اسکی آبادی کی جائے، ڈاکٹر عبد الحلیم محمود نے اسکی ساکھ کو قائم کرنے کے لئے مفصّل اسکیم بنائی، انہوں نے مختلف ممالک کے دورے کئے، وہاں کے علماء اور فارغین ازہر سے رابطہ قائم کیا، جس سے غیر ملکی طلباء اور اساتذہ کا رجحان پھر ازہر کیطرف ہونے لگا، لیکن یہ چیز

کافی نہ تھی، جب تک الازہر کا تدریسی معیار بلند نہ ہوتا خیر سگالی کی یہ کوششیں دیرپا ثابت نہ ہوتیں، اس لئے انہوں نے ازہر کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی طرف پوری توجہ دی، وہ خود جید عالم دین اور بہترین انتظامی صلاحیت کے مالک تھے اس لئے انہوں نے جلد ہی اس اہم کام پر قابو پالیا، الازہر کی ایک پرانی اسکیم یہ تھی کہ وہاں کے فاضل علماء کو ازہر کے نمائندہ کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں بھیجا جاتا تھا۔ موجودہ وزیر امور ازہر شیخ عبدالمنعم النمر بھی اسی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں کئی برسوں تک خدمت علم وادب انجام دے چکے ہیں، الازہر نے مالی دشواریوں کے پیش نظر اس پوری اسکیم کو ملتوی کر دیا تھا، ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے اس سلسلہ کو حیات نو بخشا گیا، اور پوری دنیا میں علماء ازہر کو بھیجنے کی بہت بڑی اسکیم تیار کی گئی اور اس اسکیم کے تحت ہندوستان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، جامعہ رحمانی مونگیر اور بعض دوسرے تعلیمی اداروں میں علماء ازہر بحیثیت استاد تشریف لائے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اسی دوران ۱۹۷۳ء میں الازہر کے شیخ بنائے گئے، آپ زندگی کے آخری لمحہ تک اس عہدہ پر فائز رہے، اس عرصہ میں الازہر کی داخلی اصلاحات اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا اچھا موقعہ میسر آیا، اور آپ نے ازہر کے متعلق اپنے فکری خاکوں کو عملی شکل دینے کی کامیاب جد وجہد کی، ازہر میں بہت سے شعبے قائم کئے گئے، اور اس عظیم ادارہ میں ایسی تازگی اور توانائی پیدا ہوئی جس نے طلباء کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا، ان کا عہد الازہر کے لئے یادگار عہد ہے۔ اور انہوں نے اپنے علم وفضل، فکر ونظر، بصیرت صلاحیت کیوجہ سے شیخ ازہر کے مقام کو بلند تر کر دیا۔

ان تمام انتظامی کاموں اور غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود بنیادی طور پر وہ عالم اور محقق تھے، انہوں نے پانچ درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں یا انہیں ایڈٹ کیا۔ بعض کے ترجمے کے لئے وہ عربی کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے، فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ کی ہوئی ان کی کتابیں ترجمہ کا اونچا معیار پیش کرتی ہیں، افسوس ہے ۱۷ر اکتوبر کو اس عظیم شخصیت نے خلق سے رشتہ توڑا اور خالق کے حضور میں حاضری ہوگئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ان کا تبحر علمی مسائل پر ان کی مضبوط گرفت اور موجودہ مصر میں تصوف کے ساتھ ان کی گہری وابستگی مثالی حیثیت رکھتی ہے، وہ عظیم شخصیت کے مالک تھے، ان کے اٹھ جانے سے بہت سی چیزیں ان کے ساتھ رخصت ہوگئیں ۔

ایک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

بلند ہمّت
جوانوں کی پسند
اُجالا ڈینم
ور
صدف شرٹنگ
ضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینم
وشنما رنگوں میں لیجیے۔
صدف شرٹنگ بہت سے پکّے رنگوں میں
ستیاب ہے۔
ندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
ج جنکے دَم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
Toray
TETORON
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

قارئین

افکار و تاثرات

مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کی لطائف قدسیہ الحق میں پروفیسر محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور کا مقالہ مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے زیر عنوان شائع ہوا، اس مضمون کے بہت سے مندرجات جو حضرت گنگوہیؒ کی شان کے خلاف تھے، اور مسلک حق سے بھی ہٹے ہوئے تھے، مثلاً مجذوب کے ہاتھ سے شراب لے کر پینا وغیرہ۔ اس پر بجا طور پر بہت سے قارئین نے اعتراض کیا اور ہمیں خطوط لکھ کر توجہ دلائی۔ مقالہ نگار کی ادبی اور علمی ثقاہت اور شہرت کے اعتماد پر اشاعت سے قبل مدیر کو اسفار و مصروفیات کی وجہ سے مقالہ کا مسودہ پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ورنہ ایسی نامناسب باتیں ہرگز شائع نہ ہوتیں۔ ہمیں نہایت افسوس ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس لغزش پر عفو و درگذر کے طلب گار ہیں۔

مرزائیوں کی ہرزہ سرائی مرزائیوں کا لب و لہجہ تیزی کیطرف جا رہا ہے، مرزائی پرچے علماء اسلام، مملکت اور آئین کے خلاف بے جا حملے کرتے رہتے ہیں۔ تازہ مثال مرزائی ہفت روزہ لاہور کا شمارہ ۱۱ تا ۱۷ فروری ۱۹۷۹ء ہے جس میں علماء اسلام کے خلاف گستاخانہ زہر اگلا گیا ہے۔ علماء کرام اور مذہبی پرچوں کا ایسے مضامین کا بروقت نوٹس لینا چاہیے۔

عبدالرحمان یعقوب باوا مجلس تحفظ ختم نبوت۔ کراچی

ہمارے ملک میں ایسی ٹافیاں بک رہی ہیں جن پر کلمہ طیبہ کاغذوں پر لکھا ہوتا ہے جو سراسر توہین ہے۔ یہ اسلام دشمن عناصر کی درپردہ سازش ہے، اس کے خلاف سخت اقدامات ہونے چاہئیں اسی طرح اخبار رسائل کتابیں ردی میں فروخت کرنے پر مکمل پابندی لگائی جائے جس سے اللہ اور رسول کی توہین ہوتی ہے۔

محمد نصیر خان مردان

مستورات کی دینی تربیت اور پردہ | مستورات کی تعلیم و تربیت میں بہت عرصہ سے کوتاہی چلی آرہی ہے ، ۱۹۷۷ء میں سات سال کے بعد میرا کراچی جانا ہوا وہاں یہ دیکھ کر نوے فیصد گھریلو عورتیں اور کالج و یونیورسٹی کی طالبات نوسو فیصد بالکل آزاد و بے پردہ نظر آئیں ، سخت رنج و قلق ہوا بعض نامور علماء سے واپسی پر ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ چیز تو اب بے قابو ہے ، مگر اللہ کے کرم سے مایوسی نہیں ، دینی رسالہ جات مستورات کے لئے مضامین مدارس دینیہ اور تبلیغی جماعت کے نظام کے تحت اچھی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو تو یقیناً انشاء اللہ حالات بدل سکتے ہیں ۔

محمد فاضل محلہ جیاد

مولانا اعزاز علیؒ کی سوانح | میں پنجاب یونیورسٹی کیطرف سے شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی کی شخصیت تصانیف اور خدمات پر پی ، ایچ ، ڈی کر رہا ہوں ، برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے اہل علم سے سوانحی مواد فراہم کرنے میں مدد درکار ہے ۔

گل بہار بکھیر - ایم اے ایل ایل بی
عرفان چیمبرز - ۱ - فین روڈ - لاہور

دیوبند کی علمی خدمات اور سرحد کے مدارس | الحق میں ابو سلمان شاہجہان پوری نے "دارالعلوم دیوبند" پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے اس ضمن میں اکابرین دیوبند سے منسلک سرحد کے ایک دارالعلوم کا ذکر بھی مناسب ہے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئیؒ نے گدر ضلع مردان میں غالباً ۱۳۱۴ھ میں دینی دارالعلوم کی بنیاد رکھی تھی اس میں درس تدریس کا سلسلہ حاجی صاحبؒ کے وطن سے ہجرت کے بعد بھی ۱۹۲۷ء تک جاری رہا اور پھر ختم ہوگیا ، بڑے جید اور بزرگ لوگ اسی مدرسہ سے فیضیاب ہوئے ۔

ولایت شاہ فاضل دیوبند حکمت آباد چارسدہ

اعداد شمار اور قرآن | الحق کے ایک مضمون میں کمپیوٹر اور اعداد و شمار کی مدد سے بعض قرآنی حقائق و انکشافات کا ذکر تھا مصری عالم کی یہ تحقیق بلاشبہ قابل قدر ہے ۔ مگر یہ کوئی جدید انکشاف نہیں ہمارے اسلاف نے آلات سے مدد لئے بغیر ان حقائق تک رسائی کر لی تھی ، شیخ عبدالعزیز دباغؒ کی جانب منسوب تحقیق درباره " نزل القرآن علی سبعة احرف " ــــ الابریز ــــ میں مطالعہ کر لیا جائے تو ہم جیسے مولعین با اسلف کی تسکین خاطر کا سامان ہوگا ۔

مولانا محمد امین اورکزئی ۔ نیو ٹاؤن ۔ کراچی

مولانا عبدالعزیز میمنؒ | الحق ماہ جنوری ۱۹۷۹ء جلد ۱۴ شمارہ ۴ "مولانا عبدالعزیز میمن" کی یاد از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی صاحب والا مضمون پڑھا۔ دل بہت خوش ہوا۔ مولانا میمن مرحوم ایک واسطہ سے میرے بھی استاذ تھے۔ ایک مرتبہ زیارت و شرف ملاقات بھی حاصل ہوا۔ مرحوم علوم ادب کا جیتا جاگتا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو درجات قرب عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں کچھ کتابت کی غلطیاں ہیں اور کچھ ڈاکٹر صاحب سے تسامح ہوا ہے۔ الحق ص۲۷ ۱۱ جنوری ۱۹۷۹ء میں خاندانی طور پر حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کے حقیقی عزیز تھے یعنی مولانا عبدالحی حسنی لکھنویؒ ناظم ندوۃ العلماء۔

حالانکہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے اور نسلاً فاروقی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب تذکرہ علماء حق جلد اوّل۔ حضرت مولانا عبدالحی حسنیؒ صاحب حضرت سید احمد شہیدؒ بالاکوٹ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تراجم علمائے حدیث ہند ص۵۴۳ از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔

مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغی جماعت کا انتقال لاہور میں ہوا اور دہلی میں دفن ہوئے دہلی میں وصال کی بات غلط فہمی پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ و جملہ متعلقین و احباب کو سلام مسنون۔ والسلام

اعجاز احمد خان سنگھانوی۔ کراچی

بقیہ: ایک کامیاب منصوبہ

ہمارا وہ بوجھ اپنے کمزور و ناتوان کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ جسے اٹھانے کے لئے "قابل و ماہر" حضرات تیار نہیں ہوتے۔ ہمارا اصل اور قیمتی سرمایہ اور "قرآن فہمی کو عام و ہمہ گیر بنانے یا حضرت شیخ الہند کے الفاظ میں "قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کرنے کی مقدس تحریک کے صف اوّل کے مجاہد ہیں انہیں بس معمولی سی غذا کی ضرورت ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ" قاعدہ تعلیم القرآن بامعنی کے ذریعہ پوری ہو جائے گی۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ہمارے یہ مدرسین کرام جو بحمد اللہ خیرکم من تعلم القرآن و علمہ کے مقام بلند پر پہلے ہی فائز ہیں انشاء اللہ مذکورہ بالا قاعدہ نیز "ہنمائے مدرسین" کے ذریعہ معمولی سی کوشش اور توجہ اور محض سمت سفر کی تبدیلی سے اس مقام بلند کے بلند تر درجات اور عظیم تر اجر و ثواب کے مستحق بھی ہو سکتے ہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا و ان اللہ لمع المحسنین

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
بانیٔ تحریک خدام اہلِ سنّت ۔ پاکستان

اِسلامی دستور اور اِسلامی حکومت
چند بنیادی اُصول و فرائض

چونکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین (اسلام) قیامت تک کے لئے دنیوی و اخروی فلاح و کامرانی کا ضامن ہے اور بنی آدم کے تمام انفرادی و اجتماعی ملکی و ملّی منافع کے حصول اور نقصانات سے تحفظ کے لئے اس میں اصول و احکام موجود ہیں اس لئے خداوند عالم نے اپنے بندوں کے لئے قرآن حکیم میں "اسلامی حکومت" کے بنیادی اصول و فرائض بھی بیان فرما دئے ہیں تاکہ ہر دور میں مسلمان ان اصول کے تحت اسلامی مملکت کا نظام چلا سکیں اور وہ ملکی اور سیاسی سطح پر کبھی بھی غیر اسلامی نظریات کے محتاج نہ ہوں اور چونکہ پاکستان کا مقصد وجود بھی صحیح اسلامی نظامِ حکومت کا قیام ہے اس لئے ضروری ہے کہ دستور پاکستان کی ترتیب و تدوین اسلامی اصول و عقائد کے تحت ہو۔

اسلامی دستور کے بنیادی اصول

۱۔ حکم اللہ فرمایا (الف) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (سورہ یوسف رکوع ۵)

حکم تو صرف اللہ کا ہے۔

(ب) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ مائدہ ۷)

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔"

ان آیات میں تصریح ہے کہ دراصل بندوں کے لئے صرف اللہ ہی کا حکم ہے۔ اور حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں اور ایسے لوگوں کو قرآن مجید کے اسی رکوع میں فاسق اور کافر بھی کہا گیا ہے۔

۲۔ اطاعتِ رسول فرمایا (ا) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء ع ۱۱)

جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی۔

(ب) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورہ النساء ۶۴)

"پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کا فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کریں پھر جو جو فیصلہ آپ فرما دیں اس کی وجہ سے وہ اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور آپ کے حکم کو پوری طرح مان لیں۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور فیصلہ اللہ کے حکم اور فیصلہ کی طرح ایمان کا معیار اور دین میں قطعی حجت اور دلیل ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ کے حکم۔ فیصلہ۔ قول و عمل۔ طریقہ اور نمونہ ہی کو شرعی اصطلاح میں سنت کہتے ہیں۔

۱۰۳ اطاعت خلفائے رسول اللہ — قرآن مجید میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موعودہ حکومت الٰہیہ (خلافت راشدہ) کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (پ سورہ حج ع ۶)

یعنی رسول اللہ کے اصحاب ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے ہر نیکی کا حکم کریں گے اور ہر برائی سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکومت الٰہیہ کے متعلق ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ نزول آیت کے وقت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکی اقتدار حاصل نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادہ کے تحت چونکہ ان کو آیندہ حکومت عطا ہونے والی تھی اس لئے پہلے ہی قرآن حکیم میں اس کا اعلان کر دیا گیا اور اس اعلان خداوندی کے مطابق حضور خاتم النبیین ؐ کے دور رسالت کے بعد دور خلافت کا ظہور ہوا اور صحابہ کرام کے ذریعہ خلافت راشدہ قائم ہوئی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اطاعت خلفا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے۔ اس خلافت راشدہ موعودہ کی مدت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی۔ فرمایا۔ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ (مشکوٰۃ)

"یعنی یہ خاص خلافت میرے بعد ۳۰ سال ہوگی۔"

اور حسب وعدہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو عطا ہوئی اور اہل سنت کے نزدیک اسی ترتیب خلافت سے ان خلفائے راشدین کو افضلیت حاصل ہے۔ ان خلفا میں کوئی نزاع نہیں ہوا۔ سب نص قرآنی کے تحت رحماء بینھم کی تصویر تھے اور ان کی پیروی خود امام الانبیاء المرسلین

نے حسب ذیل ارشاد کے تحت امت پر لازم کر دی ہے۔

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ۔ (مشکوٰۃ)

فرمایا تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس اس حال میں تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ) کی پیروی لازم ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہوں گے۔

۶ الا دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باہمی نزاع بھی فروعی و اجتہادی تھا نہ کہ اصولی اور بنیادی اور سب کی نیتوں میں خلوص تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کا شرف جن اہل ایمان کو نصیب ہوا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں۔

۴۔ اجماع امت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۔ (النساء ع ۱۷)

جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور المومنین کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر چلے گا جس طرف وہ پھرا ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں المومنین سے مراد اول درجہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ کیونکہ نزول آیت کے وقت وہی مومنین کی جماعت تھی۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ اس سے مراد دوسرے مومنین ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومنین امت کا کسی مسئلہ میں اجماع شرعی حجت ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت فوائد قرآنیہ میں لکھا ہے کہ:

" اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے۔ یعنی اجماع امت کا ماننا فرض ہے۔"

قیاس شرعی | کتاب وسنت، خلفاء صحابہ، اجماع امت کے بعد قیاس شرعی بھی اصول دین میں سے ہے۔ یعنی مجتہدین حضرات جو کتاب وسنت سے ہی استنباط و اجتہاد کرتے ہیں۔ وہ غیر مجتہد کے لئے حجت ہوتا ہے۔ تاکہ ملحد کو کتاب وسنت میں معنوی تحریف کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حکم ہے:۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۔ (القرآن)

" جو شخص میری طرف رجوع کرتا ہے اس کے راستہ کی پیروی کر۔"

اور فرمایا: فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

"علم والوں سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے"

اسلامی حکومت کے فرائض

سورہ الحج کی مذکورہ آیت الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر۔ میں حکومتِ الٰہیہ کے سربراہوں اور متعلقہ حکام کے حسب ذیل چار فرائض بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ **نظام نماز**۔ یعنی خود بھی نماز کی پابندی کریں اور قانوناً دوسروں سے بھی پابندی کرائیں۔

۲۔ **نظام زکوٰۃ**۔ یعنی وہ خود بھی اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کریں اور قانوناً زکوٰۃ کی وصولی کا انتظام کریں۔

۳۔ **امروا بالمعروف**۔ ہر نیکی کا حکم جاری کریں۔

۴۔ **ونہوا عن المنکر**۔ ہر برائی سے قانوناً روک دیں۔

چونکہ نماز کے ذریعہ بندوں کا اپنے رب سے خصوصی تعلق پیدا ہوتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعہ ملک وملت کی معاشی اصلاح ہوتی ہے اس لئے ان دونوں فرائض کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور اس کے بعد امروا بالمعروف ونہوا عن المنکر سے اسلامی حکومت کے فرائض کی جامعیت واضح کر دی کہ اس میں انفرادی اور اجتماعی نیکیاں اور بھلائیاں قانوناً رائج کی جائیں گی۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے شرعاً یہ ضروری ہے کہ:

★ پاکستان کا دستور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول واحکام کے مطابق مرتب کیا جائے اور کتاب وسنت کے منافی کوئی قانون ملک میں نہ رہے۔

★ کتاب وسنت کے دستوری اور قانونی اصول واحکام کی تشریح وتعبیر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظامِ حکومت کے مطابق کی جائے اور

ا۔ معاشی اور اقتصادی اصلاحات کے سلسلے میں بھی خلفائے راشدینؓ واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حکومت کی اصلاحات کو معیار قرار دیا جائے اور اس کے خلاف ہر قسم کے جدید ازموں خواہ اسلامی سوشلزم کی شکل میں ہوں یا مودودیت یا پرویزیت کی صورت میں ہوں ختم کیا جائے۔

ب۔ چونکہ پاکستان میں حنفی اہلسنت والجماعت مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے اس لئے ملکی قانون (پبلک لاء) حنفی فقہ کے مطابق نافذ کیا جائے۔

ج۔ دوسرے اقلیتی مسلم فرقوں کے شخصی معاملات اُن کے اپنے اپنے فقہی مذہب کے مطابق کئے جائیں۔

د۔ حسب آیت وامروا بالمعروف نماز، روزہ اور حج وغیرہ فرائض واحکام کے علاوہ زکوٰۃ، عشر، صدقات

واجبہ وغیرہ اسلامی قانونِ وراثت کو صحیح مکمل صورت میں نافذ کیا جائے اور اسلامی احکام کی روشنی میں کسان مزدور اور غریب و محتاج طبقہ کو پورے حقوق دے کر اسلامی معاشرہ میں ان کا مقام بلند کیا جائے۔

۱۳۔ حسبِ آیت وَنَہَوا عَنِ المُنکَر شراب۔ زنا۔ چوری ڈاکہ۔ سود (جس میں مروجہ بنکوں کا سودی نظام بھی شامل ہے۔) سٹہ بازی۔ رشوت۔ قماربازی۔ ناجائز ذخیرہ اندوزی اور ظالمانہ سرمایہ داری وغیرہ سب برائیوں کو قانوناً ختم کیا جائے اور مجرمین کو شریعت محمدیہ کے مطابق سزائیں دی جائیں۔

س۔ سوشلزم یا جدید اسلامی سوشلزم کے فتنوں کا مکمل سدِ باب کیا جائے۔ حرام اور ناجائز جاگیروں اور جائیدادوں کو ضبط کیا جائے اور اسلامی شریعت کے مطابق انفرادی اور شخصی جائز ملکیتوں کو برقرار رکھا جائے اور پاکستان کے ہر شہری کی رہائش اور خوراک وغیرہ کا باعزت انتظام کیا جائے۔

۳۔ مسئلہ ختم نبوت۔ حسب آیت وَنَہَوا عَنِ المُنکَر چونکہ خلافت راشدہ کے مثالی اسلامی دور میں مسیلمہ کذاب او راسود عنسی وغیرہ مدعیان نبوت کو قطعی کافر اور مرتد قرار دیا گیا ہے اور مابعد کی تمام امتِ مسلمہ کا بھی اس پر اجماع ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں مرزائی (قادیانی ہوں یا لاہوری) غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ اسلام کے نام پر اپنے کافرانہ نظریات کی تبلیغ کر رہے ہیں اس لئے مرزائیوں کا لٹریچر ضبط کر لیا جائے۔ اور اسلام اور اسلامی اصلاحات کی بنا پر ان کو از روئے قانون سنگین سزا دی جائے۔

مسئلہ ارتداد | کسی مسلمان کو اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین و مذہب اختیار کرنے (مثلاً یہودی۔ عیسائی۔ ہندو۔ سکھ یا مرزائی وغیرہ بننے کی قانوناً ممانعت ہونی چاہئے۔ کیونکہ اسلام میں ارتداد کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اور خدانخواستہ جو شخص مرتد ہو جائے اس کو باضابطہ شرعی سزا دی جائے۔

ب۔ جو لوگ پہلے سے غیر مسلم ہیں ان کو شریعتِ اسلامیہ کی رو سے پورے پورے حقوق دئے جائیں اور ان کے جان و مال کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہے۔ بشرطیکہ وہ کوئی باغیانہ اقدام نہ کریں اور پاکستان پرامن شہری ثابت ہوں۔

۴۔ تحفظ ناموس صحابہؓ۔ چونکہ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مابعد کی امت محمدیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اللہ کا دین پہنچانے کا واحد واسطہ ہے اور وہ سب رحمۃ للعالمینؐ کی رسالت کے عینی گواہ ہیں اور حسبِ آیت فَاِن آمَنُوا بِمِثلِ مَا آمَنتُم بِہ فَقَدِ اہتَدَوا (پ ۱ ع ۱۶، اگر وہ لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح کہ تم (اصحاب) ایمان لاتے ہو تو وہ ہدایت پا گئے۔ وہ معیارِ ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ وغیرہ آیات میں ان سب پر اپنے راضی ہونے کا قطعی اعلان فرما دیا ہے اس لئے تمام جماعت صحابہؓ (جس میں اہلبیتؓ اور ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں) عظمت و ناموس کا آئینی تحفظ کیا جائے اور جو شخص بھی اس مقدس جماعت صحابہؓ و اہل بیتؓ کے کسی بھی فرد کی تنقیص و توہین کرے اس کو شرعی سزا دی جائے۔

حافظ فضل الرحمان بزمی

قاعدے ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈال دینے

کا

ایک کامیاب منصوبہ

(۱)

سرخیل علماء حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہ جب مالٹا کی اسیری سے رہائی کے بعد دیوبند تشریف لائے تو ایک روز دار العلوم میں علمائے کرام کے ایک بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

"ہم نے تو مالٹا میں دو سبق سیکھے ہیں!"

جس برگزیدہ شخصیت نے اسّی سال تک علماء کرام کو درس دئیے ہوں خود اس نے اپنی آخری عمر میں جو سبق سیکھے ان کی تفصیل انہی کے الفاظ میں سنئیے :-

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو اسباب معلوم ہوئے ایک تو ان کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی ...."

اس کے بعد اس مردِ مومن نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود اپنے جس مجاہدانہ عزم کا اظہار فرمایا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت کیا جائے۔"

(دعوت مورخہ ۲۲ر جون ۷۷ء)

(۲)

"قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کرنے" کی صدائے بازگشت اب سے چند سال پہلے حضرت مولانا محفوظ الرحمن نامی کی

"فہم قرآن کو جمہوری بنانے" کی اس مبارک تحریک کے ذریعے بھی بلند ہوئی تھی۔ جو ان کے اس تخیل پر مبنی تھی کہ :-

" ابتداء ہی سے عربی کی تعلیم شروع کردی جائے اور قاعدہ ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈال دی جائے "

یہ تحریک ابتداء میں کافی مقبول ہوئی۔ کیونکہ فطری طور پر ہر مسلمان کے دل میں یہ تمنا کروٹیں لیتی رہتی ہے کہ وہ اور اس کے بچے کم از کم اتنی عربی تو ضرور ہی سیکھ لیتے جس سے "ترجمہ قرآن مجید" سمجھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو جاتی اور اس کے لئے وہ عربی کے کسی ایسے نصاب تعلیم کی تلاش و جستجو میں رہا کرتے ہیں جس کے ذریعہ ان کی یہ تمنا آسانی کے ساتھ اور کم سے کم مدت میں پوری ہو سکے۔

لیکن بعض وجوہ سے یہ تحریک کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکی۔ اور صرف مخصوص حلقوں میں محدود ہو کر رہ گئی۔

اس میں ایک اہم تر اور بنیادی وجہ یہ تھی کہ "قاعدے ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈال دینے" کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو طریقہ کار مولانا موصوف نے پیش فرمایا تھا اس پر مکاتب کے موجودہ مدرسین کے ذریعہ عمل کرنا ناممکن تھا چنانچہ انہوں نے خود ہی اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا کہ :

" مکاتب میں جو حفاظ، میاں جی اور مولوی صاحبان تعلیم قرآن پر مامور ہیں وہ غریب خود بھی ایک آیت کا ترجمہ نہیں سمجھتے۔ بچوں کو ترجمہ کیا سکھائیں گے "

اور انہوں نے اس بنا پر بھی مکاتب کی اصلاح حال کے لئے وہ تجویز پیش کی تھی جس کا تذکرہ پہلے "عربی مکاتب کا تنقیدی جائزہ" میں کیا جا چکا ہے یعنی

" یہ نہایت ضروری ہے کہ قاعدہ پڑھانے والے مدرسین بہت قابل اور طریقہ تعلیم سے واقف ہوں "

لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے یہ تجویز عمومی حیثیت سے اس وقت بھی ناقابل عمل تھی اور آج بھی ناقابل عمل ہے۔

(۳)

تاہم چونکہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر اٹل ہے۔ کہ "قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کرنے" کا اس سے زیادہ بہتر اور وسیع و موثر تر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کہ

" قاعدہ ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈالی جائے "

اور اس منصوبے کو کامیاب بنایا جائے۔ اس لئے اس منصوبے کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے طریق کار اور نصاب تعلیم دونوں ہی میں ایسی بنیادی و تعمیری تبدیلی ناگزیر تھی جو قابل عمل اور حقیقت پسندی پر مبنی ہو۔ اس سلسلہ میں "حقیقت پسندی" یہ ہے کہ "مکتب" اور "مدرسہ" کی ہر دو اکائیوں کے دائرہ عمل اور حدود کار کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے۔ اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے "مکتب" کو بس اسی حد تک استعمال کیا جائے جو اس کے دائرۂ کار اور اس کی اکائی یعنی معصوم بچوں اور ناواقف مدرسین کی طاقت و

استطاعت سے باہر اور بالاتر نہ ہو۔

"مکتب" کا دائرہ عمل اور مطمح نظر صرف "قرآن خوانی" کی تعلیم تک محدود ہے اور "قرآن فہمی" کی تعلیم کا آغاز اور اس کی تخم ریزی و تکمیل "مدرسہ" کے حدود میں داخل ہے۔

"مکتب" کا دائرہ عمل اور مطمح نظر صرف "قرآن خوانی" کی تعلیم تک محدود ہے۔ اور "قرآن فہمی" کی تعلیم کا آغاز اور اس کی تخم ریزی و تکمیل "مدرسہ" کی حدود میں داخل ہے۔

اس صورت حال میں جیسا کہ تجربات سے ثابت ہوا۔ اس قدر تبدیلی کی گنجائش یقیناً موجود ہے۔ کہ مکتب میں "ابجد خوانی" سے "آغاز ناظرہ" تک کی "عبوری تعلیم" کے لیے ایسا نصاب (قاعدہ) مرتب کیا جائے جو "ابجد خوانی" سے "آغاز ناظرہ" تک کی "عبوری تعلیم" کے لئے ایسا نصاب (قاعدہ) مرتب کیا جائے جو "برائے" کے طرز پر ہو اور جس کے ذریعہ قرآن خوانی کی استعداد (اصل مقصد) کے ساتھ ہی ساتھ ضمناً "فہم عربی" کی استعداد نیز "مبادیات قرآن فہمی" سے مناسبت (ثانوی مقصد) بھی بمصداق "ایک پنتھ دو کاج" نہایت آسانی کے ساتھ پیدا ہوتی جائے اور جسے بروئے کار لانا ہمارے موجودہ مدرسین مکاتب کے لئے مشکل اور ناممکن بھی نہ ہو۔

(۴)

چنانچہ "قاعدہ تعلیم القرآن بامعنی" کے ذریعہ "عربی ابجد خوانی کی بامعنی تعلیم" کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ اسی مذکورہ بالا نظریہ پر مبنی ہے۔ اور طریقۂ کار یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ابجد خوانی کی بامعنی تعلیم کا سلسلہ "آغاز ناظرہ" تک تو اختیاری طور پر لیکن زیر بحث منصوبے کی پیش رفت کے لئے تعلیم ناظرہ کی مدت تک لازمی طور پر رکھا جائے اور بعد ازاں منصوبے کی تکمیل کی ذمہ داری "مدرسہ" کے سپرد کر دی جائے۔

جس طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ قرآن فہمی کے سلسلہ میں جو کچھ مدرسہ میں حاصل ہو سکتا ہے اسے مکتب ہی میں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح یہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ جتنا کچھ مکتب میں ضمناً نہایت آسانی اور بڑی خوب صورتی کے ساتھ بلکہ یوں سمجھئے کہ از خود حاصل ہو سکتا ہے اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اگر "کُل" ہاتھ نہ آسکے تو "جزء" کو بھی چھوڑ دینا دانشمندی نہیں ہے کیونکہ "کُل" کی ابتدا "جزء" ہی سے ہوتی ہے جو "کُل" کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

(۵)

جہاں تک "قاعدہ ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈال دینے" کے زیر بحث منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کارکنوں کی فراہمی کا سوال ہے تو ہمارے موجودہ "حفاظ، میاں جی اور مولوی صاحبان ہی جنہوں نے

باقی صفحہ ۱۳ پر

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شفیق فاروقی

شیخ الحدیث مدظلہ کی کراچی سے مراجعت

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ جو ۱۹۸۰ء ۲۲ر اپریل کو قومی کمیٹی کے گذشتہ ۱۳ر جنوری ۱۹۸۰ء سے کراچی کے جناح ہسپتال میں زیر علاج تھے، بحمد اللہ ۳ر مئی کو شام سوا چار بجے کراچی سے بذریعہ طیارہ پشاور پہنچے۔ کراچی ائرپورٹ پر خصوصی خدام و متعلقین نے انہیں الوداع کہا، آنکھوں کے زخم شوگر کی وجہ سے جلد مندمل نہیں ہو رہے تھے، اس لئے آپ کے قیام کراچی کا وقفہ بہت طویل ہوگیا۔ اس وقت بھی افاقہ اتنا نہیں ہوا جسکی توقع تھی، قارئین سے خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے۔ کراچی کے قیام کے دوران ہسپتال کے عملہ انتظامیہ اور حضرت کے خصوصی معالج جناب ڈاکٹر پروفیسر ایچ کرمانی صاحب کے علاوہ ڈاکٹر پروفیسر شفقت صاحب ڈاکٹر عید رضا صاحب ڈاکٹر زہرہ صمد صاحبہ اور جناب ڈاکٹر سرحن رحمان صاحب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اور بہت سے دیگر حضرات نے جس خلوص محبت اور دلی عقیدت کے ساتھ حضرت کے علاج و تیمارداری پر توجہ دی اس کیلئے یہ سب لوگ پورے حلقہ کی دعاؤں کے مستحق ہیں، علماء و مشائخ مدارس عربیہ کے مہتممین اساتذہ اور طلبہ اصحاب علم و دانش کے علاوہ ہر طبقہ کے لوگ حضرت کی عیادت کیلئے آتے رہے اور ہر طرح کے اخلاص و محبت کا مظاہرہ کرتے رہے جس پر یہ سب لوگ شکریہ کے مستحق ہیں، حضرت کے طویل قیام کے دوران جن حضرات نے مستقلاً بلاناغہ حضرت کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اور اکثر اوقات ساتھ رہے ان میں حضرت کے صاحبزادگان کے علاوہ جناب محترم ایوب ماموں صاحب جنرل منیجر انٹرنیشنل لیبارٹریز کراچی، مولانا عبدالرحیم صاحب بلوچستانی فاضل حقانیہ (حال کوئٹہ) مولانا حسین احمد حقانی صدر تنظیم فضلائے حقانیہ کراچی، مولانا عزیز الرحمان صاحب حیدری جنرل سیکرٹری تنظیم فضلائے حقانیہ ادارہ فروغ عربی میرپور خاص و کیماڑی کراچی۔ جناب حاجی سیف الرحمان صاحب جہانگیرہ۔ جناب عبدالناصر سواتی سٹوڈنٹ میڈیکل کالج۔ مولانا اقبال اللہ صاحب معین آباد لانڈھی کراچی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اہل اخلاص کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے

کراچی واپسی سے قبل تمام ڈاکٹروں اور عیادت کے لئے آنے والے تمام حضرات کے لئے دعائیں کیں قیام کراچی کے آخری ایام میں ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ حضرت مدظلہ کو مغرب کے قریب تبدیلی آب وہوا کے لئے ہسپتال سے باہر لے جایا جائے۔ چنانچہ ان ایام میں حضرت مدظلہ نے دارالعلوم کراچی اور جامعۃ العلوم بنوری ٹاؤن میں تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مفتی الاعظم مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے مزارات پر فاتحہ خوانی فرمائی، اسی طرح ایک دن مغرب کے وقت مولانا حسین احمد حقانی کے ہاں سوات کالونی اور ایک دن مولانا قاری عبدالباعث حقانی خطیب جامع مسجد قدسیہ ناظم آباد کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں ناظرہ تک کی عبور معتقدین سے کچھ دیر تک خطاب بھی فرمایا۔
ناظرہ "تک کی" عبوری تعلیم مکمل ... خواہش پر مدنی مسجد کیماڑی میں ایک دن تشریف لے گئے اور بعد از عشاء قرآن خوانی کی اور مختصر نصائح سے نوازا۔ ایک دن مولانا اقبال اللہ حقانی کی دعوت پر ان کے مدرسہ معین آباد لانڈھی کراچی میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔ حضرت کے مخلص خادم جناب ایوب ماموں صاحب بھی مغرب کے وقت مکان پر لے گئے اور احقر کے والدین کی خواہش پر غریب خانہ کو بھی قدوم مبارکہ سے مشرف فرمایا۔ مولانا سلیم اللہ فاروقی مدظلہ حضرت کے زمانہ دیوبند کے خاص تلامذہ میں سے ہیں ان کی دعوت اور خواہش پر ایک دن ان کے مدرسہ جامعہ فاروقیہ میں مغرب کی نماز پڑھی اور طلبہ و اساتذہ کے ایک بڑے مجمع کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

دعائے مغفرت کی اپیل ۲۲ر اپریل ۱۹۷۹ء حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے عم محترم جناب عبدالرحمان کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ نمازِ جنازہ میں دارالعلوم کے طلبہ اساتذہ اور شہر و بیرون شہر کے مسلمانوں نے شرکت کی مرحوم جناب خلیل الرحمان صاحب وجناب قاری حبیب الرحمان صاحب فاضل حقانیہ کے والد بزرگوار تھے، تمام قارئین سے دعائے مغفرت و رفع درجات کی اپیل کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی دارالعلوم میں آمد طویل سفر اور علالت کے بعد ۲۳ر جمادی الثانیہ کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دارالعلوم تشریف لائے اس موقعہ پر ضعف و علالت کے باوجود طلبہ کی خواہش پر دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوئے پورا ہال اساتذہ اور طلبہ سے بھر گیا تھا اور حضرت کے زمانۂ تدریس کا منظر لوٹ آیا تھا۔ اس موقع پر دورۂ حدیث کے طلباء نے تبرکاً ترمذی شریف کے ابتدائی اور آخری چند ابواب کی تلاوت کی اور سماعاً شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مدظلہ نے اس موقعہ پر مختصر خطاب بھی فرمایا جو الحق میں شائع ہوگا۔ حضرت کی قدرے صحت اور دارالعلوم آمد کی خوشی میں مولوی محمد ادریس ایم۔اے شیر گڑھ اور مولوی فضل عظیم دیردی شرکاء دورۂ حدیث نے حضرت کی خدمت میں پشتو اور عربی سپاسنامے پیش کئے۔ حضرت کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

٭٭٭

شفیق فاروقی

مدیر الحق کا سفر کوئٹہ

فضلاء حقانیہ کوئٹہ کی علمی خدمات

جناب مولانا سمیع الحق صاحب جو قومی کمیٹی برائے اصلاح مدارس عربیہ کے رکن ہیں۔ ۲۲ر اپریل کو قومی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کیلئے بذریعہ طیارہ کوئٹہ پہنچے اور ۲۳۔ ۲۴ر اپریل کو بلوچستان یونیورسٹی کے کمیٹی روم میں کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت کی اور مدارس کے تحفظ آزادی اور علمی معیار کے دفاع کے سلسلہ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے رہے۔ اس دوران کمشنر بلوچستان، جناب وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی جناب چیف سیکرٹری بلوچستان اور بورڈ آف ریونیو وغیرہ کی طرف سے قومی کمیٹی کے ارکان کے اعزاز میں دئے گئے استقبالیہ تقریبات میں بھی شرکت کی۔ بلوچستان کے چپہ چپہ قریہ قریہ میں دارالعلوم کے مستفیدین علماء اور فضلاء دارالعلوم حقانیہ کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ جو شاید پاکستان کے تمام خطوں سے بڑھ کر ہے۔ خود کوئٹہ شہر میں فضلاء حقانیہ کی ایک بڑی جماعت دین اور دینی علوم کی خدمت اور اشاعت میں مصروف ہے۔

مولانا کی تشریف آوری کی جہاں جہاں اطلاع پہنچی فضلاء دارالعلوم پہنچنے لگ گئے اور مولانا نے کمیٹی کی مصروفیات کے علاوہ ان دو تین دنوں میں فضلاء حقانیہ کے قائم کردہ مدارس عربیہ، اداروں اور کوئٹہ کے دیگر اہم مدارس کی دعوت پر مختصر وقت کے لئے وہاں قدم رنجہ فرمایا۔ کوئٹہ کے اہل مخیر تاجر حاجی آدم خان صاحب قندھاری بازار جو دارالعلوم کے قدیم اور نہایت مخلص فضلاء میں سے ہیں، دیگر فضلاء کی طرح خلوص و محبت میں پیش پیش رہے۔ ۲۴ر اپریل کو آپ نے مولانا کی خدمت میں ایک نہایت پرتکلف عشائیہ جس میں کوئٹہ کے علماء فضلاء اور معززین کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔

۲۴ر اپریل ہی کی شام کو ۴ بجے بعض فضلائے حقانیہ مولانا آغا محمد صاحب مولانا نخبۃ اللہ صاحب قاری محمد اسلم صاحب نے کوئٹہ و مضافات کے فضلاء کو مدعو کیا یہاں ائیگل روڈ کی جامع مسجد میں ان فضلاء حقانیہ کی طرف سے ایک مختصر استقبالی تقریب ہوئی۔ مولانا قاری محمد اسلم صاحب حقانی نے موجود فضلاء کی طرف سے

سپاسنامہ پیش کیا جس میں اپنی مادر علمی کی عظمت واحترام کا بھرپور اعتراف اور خراج تحسین موجود تھا۔

جواب میں مولانا سمیع الحق صاحب نے جامع اور مؤثر خطاب فرمایا جس میں بلوچستان کے چپہ چپہ میں فضلاء حقانیہ کی علمی ودینی سرگرمیوں پر خدا کا شکر ادا کیا گیا تھا۔ آپ نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ درحقیقت اپنے فضلاء ہی سے عبارت ہے۔ آپ میں سے ہر فرد اپنے اپنے مقام پر گویا دارالعلوم حقانیہ ہے۔ اور ہر ایک قابل فخر، آپ کی خدمات دارالعلوم کی خدمات ہیں، آپ نے فضلاء حقانی کو دیگر عظیم علمی وتعلیمی اداروں کے فضلاء کی طرح اپنی ایک تنظیم سے وابستہ ہونے پر زور دیا اور فضلاء نے بھی علمی دینی تعلیمی اور مسلک ومشرب کے دفاع ترویج وتحفظ، حقانی برادری کی باہمی الفت وارتباط کیلئے تنظیم فضلاء دارالعلوم حقانیہ قائم کرنے کو ضروری قرار دیا، چنانچہ مجلس کے اختتام میں کوئٹہ ومضافات کا قیام عمل میں لایا گیا اور حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

مولانا نور محمد صاحب حقانی، پشتون آباد نیو کوئٹہ	صدر
مولانا آغا محمد جامع مسجد انیگل روڈ کوئٹہ	نائب صدر
مولانا سید نخبۃ اللہ صاحب۔	سیکرٹری
مولانا قاری عبدالشکور صاحب ہنہ اوڑک کوئٹہ۔	جنرل سیکرٹری
مولانا قاری محمد اسلم حقانی صاحب	ناظم نشرواشاعت
حاجی مولانا آدم خان صاحب قندھاری بازار	خزانچی

اس تقریب میں شریک جن فضلاء حقانیہ کے نام اور پتے احقر نوٹ کرسکا ہے وہ حسب ذیل ہیں، روا روی میں کچھ نام درج نہیں ہوسکے جس کے لئے معذرت خواہ ہوں بہت سے فضلاء ایسے ہیں جن کو حضرت مولانا کی آمد کی اطلاع نہ مل سکی یا اس تقریب کا بروقت علم نہیں ہوسکا۔

اسم گرامی	پتہ	سنہ فراغت
۱۔ مولانا آغا محمد صاحب	خطیب جامعہ مسجد انیگل روڈ۔ کوئٹہ	سنہ ۹۰ھ
۲۔ مولانا نیک محمد صاحب شیروانی۔	ضلع کوئٹہ نفری لین چھاؤنی خطیب وران ہٹ مسجد چھاؤنی	سنہ ۹۰ھ
۳۔ مولانا عبدالطور صاحب،	ضلع پشین تحصیل پشین، امام موضع گل محمد	سنہ ۸۰ھ
۴۔ مولانا سلطان محمد شاکر	ضلع پشین بندر روڈ معرفت مولا محمد شاہ پشین بازار	سنہ ۹۶ھ
۵۔ مولانا محمد عثمان غنی (مدرس)	مدرسہ جامع العلوم ہنہ وڑک۔ کوئٹہ	سنہ ۹۷ھ
۶۔ مولانا نور محمد صاحب	مہتمم مدرسہ دارالعلوم پشتون آباد، نیو کوئٹہ	سنہ ۸۹ھ

۷۔ مولانا وزیر محمد صاحب مدرس مدرسہ دارالعلوم پشتون آباد۔ نیو کوئٹہ — سنہ ۹۷ھ

۸۔ مولانا محمد گل صاحب۔ ضلع پشین تحصیل گلستان ڈاک خانہ قلعہ عبداللہ — سنہ ۹۵ھ

۹۔ مولانا عبداللہ صاحب ابن حاجی محمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ عین العلوم اسلامیہ۔ کوئٹہ — سنہ ۹۴ھ

۱۰۔ مولانا عبیداللہ صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم للتعلیم ہنہ وڑک۔ کوئٹہ — سنہ ۸۹ھ

۱۱۔ مولانا عبدالرحیم صاحب حقانی مدرس مدرسہ عربیہ دارالعلوم قاسمیہ دیبا روڈ کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۱۲۔ مولانا خان محمد صاحب خطیب مسجد عثمانیہ شالدرہ روڈ کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۱۳۔ مولانا عبدالمنان مدرس مدرسہ چمن پھاٹک۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم۔ کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۱۴۔ مولانا عبدالاحد صاحب قندہاری مدرس مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ روڈ۔ کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۱۵۔ مولانا عبدالرحمٰن مہتمم شاہ زمان روڈ مدرسہ رحمانیہ کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۱۶۔ مولانا شبیر علی صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم للتعلیم ہنہ وڑک۔ کوئٹہ — سنہ ۹۴ھ

۱۷۔ مولانا عبدالظاہر صاحب مدرس مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ۔ کوئٹہ — سنہ ۹۶ھ

۱۸۔ مولانا عبدالشکور صاحب امام و مدرس مسجد حاجی سید محمد۔ ہنہ وڑک۔ کوئٹہ — سنہ ۹۷ھ

۱۹۔ مولانا نور محمد صاحب مدرس کلی شالو مدرسہ منبع العلوم۔ کوئٹہ

۲۰۔ مولانا محمد علی صاحب مدرس مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ نورک، گلستان ضلع پشین

۲۱۔ مولانا غلام نبی گلستان، قلعہ لاجبر ضلع پشین

۲۲۔ مولانا آغا محمد مہتمم دارالعلوم اسلامیہ۔ لورالائی۔ بلوچستان (شعبۂ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

۲۳۔ مولانا شبیر علی صاحب شبد زئی سیداں، ضلع پشین۔ بلوچستان۔

۲۴۔ مولانا گل محمد صاحب مدرس مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ۔ نورک سلیمان خیل بلوچستان۔

۲۵۔ مولانا محمد اسلم حقانی مدرس مدرسہ عربیہ مرکزی تجوید القرآن، سرکی روڈ۔ کوئٹہ

۲۶۔ مولانا حاجی آدم خان صاحب تاجر قندہاری بازار۔ کوئٹہ۔

۲۷۔ مولانا عبدالرحیم افغانی۔ مدرسہ قاسمیہ ارباب غلام علی روڈ۔ دیبہ۔ کوئٹہ

۲۸۔ مولانا محمد شاہ صاحب " " " " " " " "

۲۹۔ مولانا جان محمد صاحب مدرس مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ کوئٹہ۔ — سنہ ۹۱ھ

۳۰۔ مولانا عبدالمنان صاحب مدرسہ پشتون آباد نیو کوئٹہ — سنہ ۹۸ھ

۳۱۔ مولانا عبدالرؤف صاحب مدرس مدرسہ کوچلاک قریہ سنزر خیلہ ضلع و تحصیل کوئٹہ — سنہ ۹۱ھ

۴۲۔ مولانا فیض اللہ صاحب کفایت جنرل اسٹور پل مشن روڈ۔ کوئٹہ

۴۳۔ مولانا فیصل خطیب و مدرس ہنہ اوڑک۔ سنگنزئی کوئٹہ

۴۴۔ مولانا سید بخت اللہ مہتمم دار العلوم ہاشمیہ سرکی روڈ۔ کوئٹہ۔

۴۵۔ مولانا سید صفوۃ اللہ " " " "

۴۶۔ مولانا عبد الحق صاحب، شالدرہ، کوئٹہ۔ سترہ ۷۹

۴۷۔ مولانا داد محمد صاحب مہتمم مدرسہ عین العلوم میکانگی روڈ کوئٹہ

۴۸۔ مولانا عبد الحلیم صاحب خانوزئی درلسور تحصیل پشین۔

۴۹۔ مولانا عبد السلام صاحب خردٹ وزیر محمد روڈ۔ کوئٹہ۔

اجتماعات و مدارس میں ۲۵ اپریل کی شام ساڑھے چار بجے کے جہاز سے کوئٹہ سے کراچی واپسی تھی اور مولانا کے ساتھ صرف یہی دن تھا، فضلائے حقانیہ کے مدارس اور دیگر مرکزی مدارس کوئٹہ کی دعوت پر تھوڑے تھوڑے اوقات کے پروگرام پر اس طرح تقسیم کیا گیا، جہاز کی روانگی تک دس گیارہ مدارس کے معائنہ استقبالیہ تقریبات اور جوابی تقریر کی بنا پر یہ دن نہایت مصروف دن تھا۔

صبح آٹھ بجے مولانا عبد الغفور صاحب مہتمم اور مولانا عبد الرحیم حقانی مدرس (جو جناح ہسپتال کراچی میں حضرت کی طویل خدمت کی سعادت حاصل کر چکے تھے) کی دعوت پر آپ مدرسہ قاسمیہ ارباب غلام علی روڈ۔ دیبا کوئٹہ تشریف لے گئے طلبہ و اساتذہ و اراکین منتظر تھے مدرسہ کے معائنہ کے بعد اساتذہ و منتظمین کے ساتھ چائے کی مجلس میں شرکت کی۔ یہاں سے آپ ساڑھے آٹھ بجے مدرسہ عین العلوم میکانگی روڈ کوئٹہ گئے جس کے مہتمم مولانا داد محمد صاحب دار العلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل اور نہایت مخلص عالم ہیں طلبہ و اساتذہ کے اجتماع میں آپ نے علم کی فضیلت اور طلباء کے مقام و مرتبت پر مختصر تقریر کی۔ ساڑھے نو بجے آپ مدرسہ مطلع العلوم شالدرہ کوئٹہ میں تشریف لے گئے جو کوئٹہ کے مرکزی مدارس میں سے ہے۔ اور اس کے مہتمم حضرت مولانا عبد الغفور صاحب بلوچستان کے نہایت قابل احترام علماء میں سے ہیں، طلباء اور اساتذہ کی ایک بڑی جماعت سے مولانا عبد الغفور صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد جناب مدیر صاحب نے مؤثر عالمانہ خطاب کیا۔ اور مدرسہ کا سرسری معائنہ کیا۔

ساڑھے دس بجے آپ مولانا نور محمد صاحب فاضل دار العلوم حقانیہ کی دعوت پر ان کے قائم کردہ مدرسہ دار العلوم پشتون آباد فاروق روڈ نیو کوئٹہ گئے، مولانا نور محمد صاحب نے محبت و عقیدت سے بھرپور سپاسنامہ پیش کیا اور مدیر صاحب نے جواب میں دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ کے باہمی رشتۂ احترام و عقیدت اور اس سلسلہ میں اکابر کے واقعات ادب و عظمت پر روشنی ڈالی اور مدرسہ کی ترقی و استحکام کی دعا کی اور اسے دار العلوم حقانیہ

کا قابلِ فخر شاخ قرار دیا۔

گیارہ بجے جمعیۃ الطلباء اسلام کوئٹہ کی دعوت پر مدرسہ عربیہ دارالعلوم رحیمیہ سرکی روڈ کوئٹہ جانا ہوا۔ یہاں کے مہتمم حضرت مولانا عبدالستار شاہ صاحب بزرگ علماء میں سے ہیں جمعیۃ الطلباء اسلام کے سرگرم اور پرجوش کارکنوں کیطرف سے سپاسنامہ پڑھا گیا اور مولانا نے جواب میں طلباء علوم دینیہ کے فرائض اور حالات کی نزاکت کی روشنی میں ذمہ داریوں اور مدارس دینیہ کی حکومت کی ہر قسم مداخلت سے آزاد رکھنے پر روشنی ڈالی اور جمعیۃ الطلباء اسلام کے پورے ملک میں عظیم کردار کو خراج تحسین پیش کیا۔

ساڑھے گیارہ بجے مختصر وقت کے لئے سرکی روڈ کوئٹہ پر واقع دارالعلوم ہاشمیہ میں قدم رنجہ فرمایا جسے دارالعلوم کے دو قابلِ فخر فاضل متدین اور سادات گھرانہ کے دو قابلِ احترام بھائیوں مولانا سید نخبۃ اللہ اور مولانا سید صفوۃ اللہ نے قائم کیا ہے دونوں بھائی اپنے ملک میں اعلیٰ خدمات میں مصروف ہیں۔

مولانا قاری غلام نبی صاحب بلوچستان کے استاذ القراء میں سے ہیں، نہایت متقی باثر عالم ہیں آپ نے مرکزی تجوید القرآن کے نام سے ایک وسیع دینی مدرسہ قائم کیا ہے۔ شاندار مسجد دارالاساتذہ، اساتذہ کے مکانات، وسیع صحن اور مطبخ اور بے شمار طلباء کے لحاظ سے مدرسہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے، دارالعلوم حقانیہ کے سرگرم اور مخلص فاضل مولانا قاری محمد اسلم صاحب حقانی بھی تدریس اور انتظامات میں سرگرم رہتے ہیں ان حضرات کی دعوت پر مولانا سمیع الحق صاحب بارہ بجے یہاں تشریف لائے یہاں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مولانا عبید اللہ صاحب بھی پہلے سے موجود تھے، استقبال کے بعد مسجد کے وسیع ہال میں مولانا سمیع الحق صاحب نے مدرسہ کا شکریہ ادا کیا اور طلبہ سے جامع اور مؤثر خطاب ہوا، تقریب کے آخر میں طلبہ کیطرف سے مولانا محمد داؤد شاہ صاحب سابق متعلم دارالعلوم حقانیہ برادر شمس الدین شہید مرحوم نے مولانا کی خدمت میں پرخلوص سپاسنامہ پیش کیا جس میں حضرت شیخ الحدیث اور اپنی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ اور ماہنامہ الحق کے ساتھ اپنے گہرے تعلق کا اظہار کیا گیا تھا۔

ایک بجے آپ کو کوئٹہ کے مضافات میں نہایت سرسبز اور تفریحی مقام ہنہ اوڑک کے مدرسہ للھیّہ کی دعوت میں پہنچنا تھا، راستہ میں آپ سرکی روڈ ہی پر واقع مولانا محمد یعقوب صاحب کی دعوت پر ان کے مدرسہ جامع رشیدیہ تدریس القرآن میں تھوڑی دیر کے لئے قدم رنجہ فرمایا اور مدرسہ کی عمارت دیکھی۔

ڈیڑھ بجے مدرسہ للھیّہ ہنہ اوڑک پہنچے جہاں کئی حضرات فضلاء دارالعلوم حقانیہ مصروف تدریس بھی تھے، سیب کے باغات میں گھری ہوئی مسجد کے صحن نورانی متشرع فضلاء و دیگر علماء و مشائخ سے بھری ہوئی تھی ۱۵۔۲۰ منٹ خطاب کے بعد آپ نے ان حضرات کے ظہرانہ میں شرکت کی۔ ساڑھے تین بجے ائرپورٹ جاتے

ہوئے ایرپورٹ کے راستہ میں واقع عیدگاہ کلی شابو جمن روڈ کے مدرسہ منبع العلوم میں تھوڑی دیر کیلئے رکنا تھا چنانچہ یہاں کئی علماء اور عام مسلمان آپ کے منتظر تھے جمعیۃ الطلباء اسلام بلوچستان کے مرکزی ناظم مولانا محمد قاسم صاحب اس مدرسہ کے مہتمم اور مولانا سمیع الحق کے اس پروگرام کے محرک تھے۔ یہاں بھی دارالعلوم کے فضلاء مصروفِ تدریس تھے، چائے کی تقریب کے بعد آپ ائرپورٹ پہنچے اور فضلاء و علماء کوئٹہ کی ایک بڑی تعداد نے آپکو الوداع کہا۔

اس سے قبل ۲۴ اپریل کو قومی مدارس کی میٹنگ میں شمولیت سے قبل آپ نے حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ناظم جمعیۃ العلماء اسلام بلوچستان کی دعوت پر ان کے مدرسہ مطلع العلوم روڈ میں تشریف لے گئے یہ مدرسہ حضرت مولانا عرض محمد صاحب شہید فاضل دیوبند کا قائم کردہ اور بلوچستان کے اہم اور مرکزی مدارس میں سے ہے۔ طلباء اور اساتذہ کی معقول تعداد مصروف تدریس ہے۔ مولانا عرض محمد صاحب مرحوم کے بعد اس کا نظم مولانا عبدالواحد صاحب موصوف اور مرحوم کے جواں سال سرگرم اور فعال فرزند مولانا حسین احمد صاحب ناظم اطلاعات جمعیۃ العلماء بلوچستان کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا حسین احمد اور مولانا عبدالواحد صاحب جمعیۃ کے سرگرم زعماء میں سے ہیں اور یہ سب حضرات کوئٹہ کے دینی علمی سیاسی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں مولانا حسین احمد صاحب ۲۵ اپریل کے سارے پروگراموں میں ائرپورٹ تک مولانا سمیع الحق کے ساتھ رہے اور اسی طرح کئی اکابر فضلاء و علماء بھی اللہ تعالیٰ سب کو اس اخلاص و محبت کا اجر عطا فرمادے۔ یہاں کی تقریباً تمام اہم تقریبات اور اجتماعات میں مولانا سمیع الحق نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ بلوچستان جن پر عالمی طاقتوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پڑوس افغانستان میں کمیونزم کا سیلاب مسلط ہوچکا ہے اور لادینی نظریات کے وطن دشمن اور اسلام دشمن لوگ موقع کی تاک میں ہیں۔ ایسے حالات میں علماء کرام اور مدارس کی اوّلین ذمہ داری ہے کہ بلوچستان کو اسلام کا آہنی حصار اور مضبوط قلعہ بنا دیں کہ اس خطہ کی حفاظت پر برصغیر اور پاکستان کے باقی حصوں کی حفاظت منحصر ہے، اسی طرح آپ نے مدارس کے طلباء کی باہمی عظمت و احترام اور محبت کو برقرار رکھنے پر زور دیا، یہاں ہر موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب کو اندرون صوبہ کے مقامات پر جانے کی دعوت دی گئی، وقت کی کمی کی وجہ سے آپ نے کسی اور موقعہ پر تفصیلی دورہ کرنے کا وعدہ کیا ان تین چار ایام میں کوئٹہ کے مقامی اخبارات جنگ اور مشرق نے مولانا کے پروگراموں اور تقاریب میں شمولیت پر مفصل خبریں شائع کیں جس پر یہ اخبار شکریہ کے مستحق ہیں۔

جناب اختر راہی ایم۔اے

تعارف و تبصرۂ
کتب

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تالیف: خلیق احمد نظامی ، صفحات: ۳۸۰ قیمت: ۳۹/ روپے

ناشر: مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور۔

جلال الدین اکبر کے عہد الحاد و زندقہ میں حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مسلمانانِ برصغیر کی اصلاح و تربیت کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت مجدد صاحب کی تحریک اصلاح و تجدید میں سیاسی پہلو پہ مناسب توجہ ملتی ہے، اس کے برعکس شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے خالص علمی تحریک برپا کی۔ انہوں نے علوم حدیث کی ترویج و اشاعت کو بنیادی اہمیت دی۔ انہوں نے اور ان کے اخلاف نے کتب حدیث کے ترجمے کئے۔ شرحیں لکھیں اور درس و تدریس کی محفلیں سجائیں۔

مسلمانان برصغیر کی علمی اور تعلیمی زندگی میں شیخ محدث دہلویؒ کی شخصیت ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی حیات و خدمات پر اردو میں کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر ان میں جناب خلیق احمد نظامی صاحب کی زیر نظر تالیف کو بوجوہ فوقیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر اس سے زیادہ جامع کوئی دوسری تالیف نہیں۔

مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں برصغیر میں علوم دینی کی نشوونما پر اختصار اور جامعیت سے گفتگو کی ہے۔

کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت محدث کی سوانح حیات لکھی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں ان کی تالیفات کا تعارف ہے۔ تیسرا حصہ اُن کے معاصرین کے شخصی خاکوں پر مشتمل ہے۔ چوتھے حصہ میں حضرت محدث کی اولاد کا ذکر خیر ہے۔ پانچویں حصے میں حضرت محدث کی علمی و دینی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

آخر میں چند تعلیقات ہیں۔ جن میں حضرت محدث کے استاد گرامی شیخ علی متقی کا سوانحی خاکہ اور حضرت محدث کے کچھ مکاتیب ہیں۔

زیر نظر کتاب پہلی بار ۱۹۵۳ء میں ندوۃ المصنفین دہلی کیطرف سے شائع ہوئی تھی، ایک عرصے سے کمیاب

تھی۔ مکتبہ رحمانیہ نے اولین اشاعت کا عکس شائع کرکے اہلِ ذوق کی ایک ضرورت پوری کی ہے۔ طباعت کا معیار عمدہ ہے۔ کتاب خوبصورت جلد سے مزین ہے۔ اس گرانی کے دور میں قیمت مناسب ہے۔

سیدہ عائشہ رضی کی عمر پر ایک تحقیقی نظر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی کی عمر بوقتِ نکاح چھ سال اور بوقتِ رخصتی نو سال تھی۔ مگر تجدد زدہ اہلِ قلم ان روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔ "سیرتِ عائشہ" کے مؤلف علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے تجدد زدہ اہلِ قلم کے مزعومات کا جائزہ بہت پہلے "معارف" میں لیا تھا۔ ان کے مضامین کو مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابچہ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے تین روپے میں حاصل ہو سکتا ہے۔

قوم کا ۳۱واں سال
پاکستانی جہازرانی کی
نمایاں کامیابی کا سال
این ایس سی اور پی ایس سی ان دونوں قومی جہازراں اداروں نے
پاکستانی جہازرانی کو ایک نئے دور سے ہمکنار کرنے کے لئے
اپنے بحری بیڑوں کو ایک دوسرے میں ضم کر دیا ہے
۴۸ مسافر و مال بردار جہازوں کا یہ مشترک بیڑہ
اب ساری دنیا کی بندرگاہوں تک بہتر اور تیز تر
شپنگ سروس بہم پہنچا رہا ہے۔
این ایس سی اور پی ایس سی اب نئے جوش عمل کے ساتھ
ملکی ترقی و قومی خوشحالی کے لئے رواں دواں ہیں۔
نیشنل شپنگ کارپوریشن
NSC
پاکستان شپنگ کارپوریشن
NSC

REGD-NO.P-90